توحید پر دُنیا کی سب سے منفرد تحقیقی کتاب

کتابُ التّوحید

تالیف

الامام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

دارُالسّلام

كتاب التوحيد

جميع حقوق الطبع محفوظة للناشر © ALL RIGHTS RESERVED
جملہ حقوقِ اشاعت برائے دارالسلام محفوظ ہیں

© مكتبة دارالسلام، ١٤١٧هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
محمد بن عبدالوهاب
كتاب التوحيد. / محمد بن عبدالوهاب . - الرياض، ١٤٢٤ هـ
٢٠٦ ص ١٤×٢١ سم
ردمك ١-٩٣-٨٩٧-٩٩٦٠
(النص باللغة الاردية)
١- التوحيد أ- العنوان
ديوي ٢٥٢ ١٤٢٤/٦٩٦٨

رقم الايداع: ١٤٢٤/٦٩٦٨
ردمك: ١-٩٣-٨٩٧-٩٩٦٠

دارُالسّلام
کتاب وسُنّت کی اِشاعت کا عالمی اِدارہ

ہیڈآفس : پوسٹ بکس:22743 ریاض:11416 سعودی عرب
فون: 4043432-4033962 (009661) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam@awalnet.net.sa
☆ علیا برانچ فون: 4614483 فیکس: 4644945 ☆ ملز برانچ فون: 4735220 فیکس: 4735221
◈ جدہ فون: 6879254 فیکس: 6336270 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
◈ شارجہ فون: 5632623 (009716) فیکس: 5632624
پاکستان : ① 36-لوئرمال۔ سیکرٹریٹ سٹاپ۔ لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703
◈ لندن فون: 5202666 (0044 208) فیکس: 5217645
◈ برمنگھم فون: 0121 77204792 فیکس: 0121 772 4345
E-mail:info@darussalamuk.com Website:www.darussalamuk.com
◈ ہوسٹن فون: 7220419 (001 713) فیکس: 7220431 ★ نیویارک فون: 625 5925 (001 718)
website:www.dar-us-salam.com

توحید پر دنیا کی سب سے منفرد تحقیقی کتاب
جس کا ترجمہ ہر زندہ زبان میں مقبولِ عام ہے

کتاب التوحید

تالیف

مجدد الدعوة
الإمام محمد بن عبد الوهاب رحمه الله

ترجمہ

پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی
فاضل مدینہ یونیورسٹی

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • ہیوسٹن • نیویارک

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عرض ناشر 9
پیش گفتار 13
عرض مترجم 19
توحید تمام عبادات کی بنیاد ہے 21
توحید کی فضیلت اور اس سے گناہوں کے مٹنے کا بیان 27
توحید کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والا شخص بلاحساب جنت میں جائے گا 31
شرک سے ڈرنے کا بیان 36
"لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ" کی طرف دعوت دینا 39
توحید کی تفسیر اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کی شہادت کا مفہوم 44
رفع بلاء اور دفع مصائب کے لیے چھلے پہننا اور دھاگے وغیرہ باندھنا شرک ہے 48
دم اور تعویذات کا بیان 51
جو شخص کسی پتھر یا درخت وغیرہ کو متبرک سمجھے 54
غیراللہ کے لیے جانور ذبح کرنا 58
جہاں غیراللہ کے نام پر جانور ذبح کیا جاتا ہو وہاں اللہ کے نام پر ذبح کرنا جائز نہیں 62
غیراللہ کی نذر و نیاز شرک ہے 64
غیراللہ سے پناہ مانگنا شرک ہے 65
غیراللہ سے فریاد کرنا یا اسے پکارنا شرک ہے 67
بے اختیار کو پکارنا شرک ہے 70

فرشتوں پر اللہ تعالیٰ کی وحی کا خوف 74
شفاعت کا بیان 78
ہدایت دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے 81
بنی آدم کے کفراور ترک دین کا بنیادی سبب صالحین کی عزت و تکریم میں غلو کرنا ہے 84
کسی صالح آدمی کی قبر کے پاس، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ناجائز اور سنگین جرم ہے،
تو خود اس مرد صالح کی عبادت کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا؟ 88
صالحین اور بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو کا انجام "شرک اکبر" ہے 92
نبی ﷺ کا توحید کی مکمل حفاظت کے سلسلے میں شرک بننے والی ہر راہ کو بند کرنا... 94
امت محمدی ﷺ کے بعض افراد کے بت پرستی میں مبتلا ہونے کی پیش گوئی... 96
جادو کا بیان 102
جادو کی بعض اقسام کا بیان 105
نجومیوں اور غیب کا دعویٰ کرنے والوں کا بیان 107
جادو ٹونے کے ذریعے جادو کا علاج کرنے کی ممانعت 110
بدفالی اور بدشگونی 112
علم نجوم کی شرعی حیثیت 115
ستاروں کے اثر سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے 117
اللہ تعالیٰ کی محبت دین کی بنیاد ہے 120
اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف 124
صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے 127
اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے 129
اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرنا ایمان باللہ کا حصہ ہے 131
ریاکاری ایک مذموم عمل ہے 134

کسی نیک عمل سے دنیا کا طالب ہونا بھی شرک ہے 136
اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام یا حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنے میں علماء و امراء
کی اطاعت ان کو رب کا درجہ دینا ہے 138
ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں سے بعض کی حقیقت 141
اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا انکار 144
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کفر ہے 146
شرک کی بعض مخفی صورتیں 148
اللہ تعالیٰ کی قسم پر اکتفا نہ کرنے والے کا حکم 150
"وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں" کہنے کا حکم 151
زمانے کو گالی دینا یا برا بھلا کہنا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے 154
شہنشاہ، قاضی القضاۃ اوراس قسم کے القاب کی شرعی حیثیت 156
اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تعظیم و تکریم اور اس وجہ سے کسی کے نام کی تبدیلی ... 158
اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے والے کے بارے میں حکم 160
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری، تکبر کی علامت اور بہت بڑا جرم ہے 162
اولاد ملنے پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا 167
اسماء حسنیٰ کا بیان 169
السلام علی اللہ کہنے کی ممانعت 170
"یااللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے" کہنا درست نہیں 171
کسی کو "میرا بندہ" اور "میری بندی" کہنے کہنا منع ہے 173
اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے 175
اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر صرف جنت ہی مانگی جائے 177
کسی پریشانی یا حادثہ کے بعد "اگر" اور "کاش" وغیرہ الفاظ کے 178

ہوا اور آندھی کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت 180
اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے متعلق بدگمانی کرنے کی ممانعت 181
منکرین تقدیر کا بیان 184
تصویر کشی کرنے والوں کا حکم 187
کثرت سے قسم اٹھانا مذموم ہے 190
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ اور امان دینے کی ممانعت 193
ازراہ غرور و تکبر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کا انجام 196
اللہ کو مخلوق کے سامنے سفارشی کے طور پر پیش کرنا گستاخی اور انتہائی حماقت ہے 198
گلشن توحید کی حفاظت کے سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ نے شرک کے تمام ذرائع اور
راستوں کو مکمل طور پر بند کر دیا 200
اللہ تعالیٰ کی عظمت اور رفعت شان کا بیان 202

عرض ناشر

بیان میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

توحید' اسلام کی اصل اور اساس ہے۔ یہ اصل اپنی اساس پر قائم ہوجائے تو عقائد و عبادات سے لے کر انفرادی اور اجتماعی معاملات تک ہر چیز میں نکھار آجاتا ہے۔ یہ توحید چودہ صدیاں پہلے اساف' نائلہ' لات' منات اور عزیٰ کے صحرائے نجد کے بتکدوں میں قائم ہوئی تو چمنستانِ عالم میں ایک ایمان پرور بہار چھا گئی جس کے تقویٰ آفریں اور اخلاص آموز جھونکوں نے اقوام عالم کی سعید روحوں کے مشام جاں کو معطر اور عطر بیز کردیا۔ اس کے آجانے سے کفر و معصیت کی وادیاں ویران ہوگئیں' شرک و بدعات کی کھیتیاں جل گئیں' اوہام و خرافات کی جگہ ایمان و ایقان کے جذبات پیدا ہوگئے۔ مغلوب' غالب ہوگئے اور مستعبد اور ظالم حکمران صفحہ ء ہستی پر نمونہ عبرت بن گئے۔ اسلام اپنی پوری قوت اور حکمت کے ساتھ جہانبانی' جہانداری' جہاں گیری اور جہاں آرائی کا سامان رحمت و رافت بن گیا۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اک مسئلہ علم کلام

توحید--- تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کی میراث تھی۔ جو ختم نبوت کی برکات سے امت مسلمہ کی جھولی میں آئی تو امت کا دامن علم و عمل' اخلاص و تقویٰ سے بھر گیا۔ پھر یونان سے افکار باطلہ کی ایک آندھی اٹھی۔ فارس کے آتش کدوں سے ثنویت کی فکر جنم لینے لگی' برصغیر میں ویدانتی فکر نے جہادواجتہاد کی روح سرد کردی۔ خراسان تفلسف کی نذر ہوگیا۔ عالم عربی لسانی قومیت کے بت میں ڈھلا تو قدرت نے چنگیز خان کو عذاب کی

صورت بھیج دیا۔ ان احوال میں پہلے آٹھویں صدی ہجری میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قلم نے توحید کی میراث کو لٹنے سے محفوظ رکھا۔ پھر عرب و عجم میں شرک و بدعات کی آندھیاں اٹھیں تو بارھویں صدی ہجری میں حق تعالیٰ نے امام الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی شخصیت کو پیدا کیا جن کی علمی اور عملی مساعی سے نجد و حجاز میں توحید کی فکر نے ایک نظام شریعت کو جنم دیا۔ شرک کی کثافتیں' توحید کی لطافتوں میں بدلنے لگیں۔ آستانوں اور مقابر کی عجمی پرستش کا بت پاش پاش ہوا۔ مخلوق پرستی اور مظاہر پرستی دم توڑنے لگیں۔ چار سو عالم میں توحید کے نغمات گونجنے لگے۔ نیل کے ساحل سے کاشغر کی وادیوں تک شرک و بدعات کی دنیا میں تھرتھری پیدا ہو گئی اور یہ عظیم الشان تجدیدی انقلاب امام الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی صرف ایک کتاب کا کارنامہ ہے۔

اور اس کتاب کا نام ہے--- "کتاب التوحید۔"

کتاب التوحید کیا ہے؟ یہ قرآنی فکر کا شاہکار ہے۔ یہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منہاج نبوی کا نمونہ عمل ہے۔ یہ کفر و معصیت اور شرک و بدعات کی تمام اقسام و انواع کی نباض ہے۔ یہ اس درد کی تشخیص بھی کرتی ہے اور اس کا درماں بھی فراہم کرتی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بلندیوں پر پہنچنے والی انسانیت ابھی تک کفر و شرک کی معصیت میں لتھڑی ہے۔ ان کی دنیا ناکامیوں کا منہ بولتا ثبوت اور آخرت خسران مبین کا نقشہ ہے۔ حالات کے ان ظلمات میں کتاب التوحید--- ایمان کا چراغ روشن کرتی ہے۔ عمل کی راہیں متعین کرتی ہے۔ اخلاص و تقویٰ کی فضا پیدا کرتی ہے۔ خوشنودیٔ رب کا راستہ دکھاتی ہے۔ جنت قرۃ العیون کی منزل بتاتی ہے۔ غرض اس کتاب کا مطالعہ ایک حیوان ناطق کو بندۂ مومن بنانے کا باعث ہے۔

کتاب التوحید--- عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ دارالسلام نے اپنے منہج تحقیق کے مطابق بہت سے متون سے ایک مستند متن تیار کرایا اس کے حوالوں کی تخریج کی اور اکیسویں صدی میں اردو زبان کے شستہ پیرائے اور شگفتہ اسلوب میں اسے قلم بند کیا۔ فاضل مترجم پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی اور ادارہ کے ان تھک کارکنوں نے اس کتاب کو

حسن عمل اور حسن طباعت کا آئینہ بنا دیا ہے۔ اب کون ہے جو کتاب و سنت کے اس آئینہ توحید میں اپنی شکل و صورت کو سنوارنا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین.

خادم کتاب و سُنَّت
عبدالمالک مجاہد
مدیر: دارالسلام لاہور - الریاض

پیش گفتار

دین و شریعت کی حقیقی اساس توحید ہے۔ ہمارے ارد گرد پھیلی ہوئی ہمہ صفت اور ہمہ رنگ کائنات کے تمام مظاہر میں بھی توحید الٰہی کے انوار و برکات دکھائی دیتے ہیں۔ بسا اوقات ایک شخص خالق کائنات کی معرفت اور عبادت کی بجائے مخلوق کے رنگا رنگ اور بو قلموں مظاہر میں الجھ کر مخلوق پرستی اور مظاہر پرستی کے شرک و شر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ شیطان لعین کا مخلوق پرستی اور مظاہر پرستی پر انسانوں کو مطمئن کرنا اور رکھنا قرآن مجید کی زبان میں خسران مبین ہے۔ ایک حقیقی خالق کی پرستش کو چھوڑ کر مخلوق پرستی اور مظاہر پرستی کے تمام اوضاع و اطوار اور اس کی متعدد اور متنوع شکلیں توحید خالص کی ضد اور نقیض ہیں۔

قرآن مجید کی آیات بینات اور اسوۂ رسول ﷺ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس کائنات میں تمام انبیاء و رسل کی بعثت کا حقیقی مقصود اسی توحید کا اثبات اور شرک و بدعات کی نفی ہے۔ اسی باعث تمام انبیاء و رسل نے توحید ہی کو اپنی دعوت و تذکیر کا مرکزی اور بنیادی نکتہ ٹھہرایا ہے۔ ان انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے عہد کی طاغوتی، کافرانہ، مشرکانہ اور فاسقانہ رسوم و بدعات کے خلاف عَلم بغاوت بلند کیا اور اس جدوجہد میں جس نوعیت کی مشکلات، مخالفتوں اور ابتلا کا سامنا کرنا پڑا، اسے بڑی صبر و عزیمت کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ یوں انبیاء و رسل کی تمام تاریخ میں کسی نبی یا رسول نے شرک و بدعات کے نظام سے موافقت نہیں کی بلکہ اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے اپنی ہر نوعیت کی توانائیاں صرف کیں۔ مشرکانہ نظام زندگی کے کامل مقاطع کے بغیر توحید خالص قائم نہیں ہو سکتی۔

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ایک آفاقی اور جہانی شریعت کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوئے۔ یہ ساتویں صدی عیسوی کا ماحول تھا جس میں ایک طرف رومی اور بازنطینی ثقافتوں اور

کثافتوں نے دین مسیح کا حلیہ بگاڑ رکھا تھا' تو دوسری طرف ایرانی تمدن میں بیک وقت نیکی اور بدی کے دو خداؤں کا تصور جڑ پکڑ چکا تھا۔ آتش پرستوں کی تہذیب و ثقافت میں اخلاق باختگی کے سارے مظاہر موجود تھے۔ ان کے ہاں بہنوں اور بیٹیوں تک سے سلسلۂ ازدواج میں منسلک ہونے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی تھی۔ تیسری طرف برصغیر اور شبہ قارہ کا ماحول تھا جس میں بت پرستی کی کثرت انسانی تصورات کے برابر پہنچ چکی تھی۔ چینی تہذیب میں بھی بت پرستی کے سارے مظاہر موجود تھے۔ مصریوں کی دیو مالا اور علم الاصنام میں پھر شرک کی تمام شکلیں دکھائی دیتی تھیں۔ جہاں تک حجاز کی سرزمین کا تعلق ہے یہاں پر اساف و نائلہ' لات و عزیٰ اور اسی نوعیت کے دوسرے بتوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ اللہ کی سرزمین توحید خالص کے نور سے خالی ہو چکی تھی کہ ان کفرو شرک کی ظلمتوں کے خاتمے کے لیے حضور ختمی مرتبت ﷺ مبعوث ہوئے جنھوں نے اپنی دعوت کا آغاز بھی سابقہ انبیاء و رسل کی طرح ان الفاظ سے کیا: "قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا" "(لوگو! اس حقیقت کو تسلیم کر لو اور) کہہ دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں' تم کامیاب ہو جاؤ گے"۔

اس آوازۂ حق کی گونج سے مکہ کے باسیوں میں سراسیمگی پھیل گئی مگر سعادت مند روحیں ایک ایک کر کے پروانوں کی طرح شمع توحید کے گرد طواف کرنے لگیں۔ توحید کی یہ دعوت غار حرا کی تنہائیوں سے کوہ فاران کی چوٹیوں تک پہنچ گئی تو مخالفین کی سرگرمیاں بھی اپنے عروج تک پہنچ گئیں۔ مگر اس دوران میں پیغام توحید نے یثرب کی وادی میں اپنی جڑیں پکڑنا شروع کر دیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے دس سال کے مختصر عرصے میں توحید کا یہ پیغام تیرہ لاکھ مربع میل تک پھیل گیا۔ تاریخ دعوت و عزیمت کے اس اولیں مرحلے کے بعد جب خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور شروع ہوا تو اس کے اختتام تک یہ دعوتِ توحید تمام عالمی تہذیبوں اور ثقافتوں کو سرنگوں کر چکی تھی---- اور بقول علامہ محمد اقبال

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

توحید کی یہ دعوت ہر مرحلے پر اپنے نئے نئے میدان منتخب کرتی رہی۔ اس آوازۂ توحید کو پھیلانے والوں نے اسے اپنا شرعی فریضہ سمجھتے ہوئے اطراف و اکناف عالم میں پھیلا دیا۔ مگر اس دوران میں موحدین کو جن جن مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا یہ ایک عزیمت بھری داستان ہے جس کا مطالعہ ایمان و عمل کو تقویت دیتا ہے۔

فکر توحید کے راستے میں جو موانعات ہمارے سامنے آئے ان میں عہد عباسی میں یونانی فکر کے وہ اثرات بھی تھے جو ان کی کتابوں کے تراجم کے حوالے سے در آئے۔ ایران میں مانی و مزدک کی تعلیمات اور برصغیر میں ہندو ویدانت کی ضلالت نے ایک ایسی عجمی فکر کی تشکیل کی جو توحید خالص کی فکر سے متصادم ہونے کے باوجود اسلامی معاشرے میں رواج پا گئی اور اس نے قدرے رسوخ بھی حاصل کر لیا۔

گذشتہ چودہ صدیوں میں اسلام کی اساسی فکر توحید کی دعوت اور دفاع میں بہت گرانقدر لٹریچر وجود میں آیا۔ مگر ان سیکڑوں کتب میں جو مقام و مرتبہ مجدد الدعوۃ الامام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (م ۱۲۰٦) کی تصنیف "کتاب التوحید" کو حاصل ہے' اس کے لیے عالم اسلام کے علماء اور فضلا رطب اللسان ہیں۔ محترم امام بارہویں صدی ہجری کے مجدد کامل ہیں۔ آپ کے تجدیدی کارنامے کی عظمت کو سمجھنے کے لیے اٹھارہویں صدی عیسوی کے ماحول کا ایک طائرانہ جائزہ لینا ہو گا۔ اس عہد میں یورپ کی استعماری قوتیں اور استبدادی طاقتیں عالم اسلام کو خوان یغما سمجھ کر ہڑپ کر رہی تھیں۔ مسلمان امت میں بھی روح جہاد سرد پڑ چکی تھی۔ رسمی عبادات کے ساتھ شرک و بدعات کا ایک سیلاب تھا جس میں وہ شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک غرق تھے۔ خالص کتاب و سنت کا نقشہ خال خال افراد میں تو نظر آتا تھا مگر اسلامی تعلیمات کے اجتماعی دوائر میں کتاب و سنت سے اعتنا باقی نہیں تھا۔ مخلوق پرستی کا زہر ایک مرتبہ بھرپوری قوت سے سر اٹھا چکا تھا۔ خراسان و ہند میں' "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للّٰہ" جیسے مشرکانہ عقائد جڑ پکڑ چکے تھے۔ برصغیر میں شرک و بدعات کا ایک سیل رواں تھا جس میں عامی و خاصی مبتلا دکھائی دیتے ہیں۔ مصر و یمن میں بھی بدوی' رفاعی اور ابن علوان سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ اور تو اور خود سر

زمین حجاز کے مراکز مکہ و طائف میں توحید خالص کے مقابلے میں شرک و بدعات داخل ہو چکی تھیں۔

ان حالات میں امام محمد بن عبدالوہاب نے دعوت کے ہتھیار کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور توحید خالص کے دفاع کے لیے بہت سی کتب اور رسائل تصنیف کیے جن میں کتاب التوحید کو گل سرسبد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کتاب کی تعلیمات کے باعث حجاز میں کتاب و سنت کے چشمۂ خالص سے رجوع کا مزاج پیدا ہوا۔ نجد کا صحرا' چمنستان توحید کی خوشبو سے مہک اٹھا۔ جلد ہی عالم اسلام کے تمام مراکز اس کتاب کی افادیت کو محسوس کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے غلبۂ دین کا راستہ ہموار ہونے لگا اور خود حجاز میں کتاب و سنت کی خالص تعلیمات کے لیے ایک شرعی حکومت قائم ہو گئی۔ جس کے قیام میں امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی فکری اور تجدیدی تحریک کو کامل دخل تھا۔ اور اس تمام تر فکر کی اساس ان کی تصنیف "کتاب التوحید" تھی۔

"کتاب التوحید" کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے۔ ان تراجم میں اردو زبان کے ترجمے بھی شامل ہیں۔ مگر افسوس کہ ابھی تک اس کتاب کے شایان شان کوئی ترجمہ نہیں تھا۔ مقام مسرت ہے کہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہمارے فاضل شہیر اور معروف عالم دین پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے اس کتاب کا اردو میں جدید اسلوب کے پیرائے میں ایک رواں' شستہ اور شگفتہ ترجمہ پیش کیا ہے۔ دارالسلام کے ریسرچ سنٹر نے اس نسخے کے متعدد اردو اور عربی متون کو اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے ایک بہترین اور مستند متن تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ حوالے' تخریج اور ترجمہ کے لحاظ سے یہ اب اردو زبان کا بہترین ایڈیشن ہے جسے دارالسلام نے اپنی طباعتی روایات کے مطابق شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

"کتاب التوحید" مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے۔ ان سڑسٹھ ابواب میں توحید کی حقیقت و فضیلت بیان کرنے کے بعد اس موضوع کے تمام امکانی موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ہر موضوع میں اوّلاً قرآن مجید کی اصولی

تعلیم پیش کی گئی۔ جس کے استدلال کو متعلقہ احادیث کے بیان نے مزید مستند بنایا ہے۔ ہر باب کے آخر میں اس موضوع سے متعلق تمام مسائل اور تعلیمات کو نمبروار پیش کر دیا گیا ہے۔ جس سے کتاب کی افادیت میں گرانقدر اضافہ ہوا ہے۔

کتاب التوحید کے اس نسخہ کے ترجمے اور تخریج میں چند امور کی طرف پہلی مرتبہ توجہ دی گئی ہے۔ دارالسلام ریسرچ سنٹر کے سکالرز اور محققین نے اس موضوع کی عظمت اور فضیلت کے پیش نظر اس کتاب کی تیاری میں خصوصیت سے ذیل کے امور کو اپنے پیش نظر رکھا ہے۔

① کتاب التوحید کے متن کو تدوین متن کے اصول و قواعد کے مطابق متعدد نسخوں کے تقابل سے مرتب کیا ہے۔

② فن ترجمہ کے لحاظ سے متن کے معانی و مطالب کو فوقیت دی گئی ہے۔ زبان کے لحاظ سے یہ اردو زبان کے موجودہ روزمرے اور محاورے کے قریب تر ہے۔

③ کتاب التوحید کے تراجم اس ایڈیشن سے قبل تخریج کے ثقہ عمل سے محروم تھے دارالسلام ریسرچ سنٹر نے تمام حوالوں کی تخریج کردی ہے جس سے اس متن کی ثقاہت میں گرانقدر اضافہ ہوا ہے۔

مذکورہ فنی قواعد اور لوازم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس نسخے کے ترجمہ و طباعت میں ہر ممکن احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ "کتاب التوحید" کے ترجمے میں فاضل مترجم پروفیسر سعید مجتبٰی سعیدی حفظہ اللہ نے اصل مطالب کو برقرار رکھتے ہوئے جو شگفتگی اور سلاست برقرار رکھی ہے، اس سے کتاب کے علمی، ادبی اور لسانی حسن میں اضافہ ہوا ہے۔

اس کتاب کے ناشر اور دارالسلام کے مہتمم عبدالمالک مجاہد دعوت اسلام کے سلفی منہج کے ان تھک مسافر ہیں۔ ان کے دعوتی جنون نے اب تک سیکڑوں علمی شاہکار تیار کئے ہیں۔ تحقیق و طباعت میں وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اس مسلسل محنت اور ریاضت نے دارالسلام کو علمی اور طباعتی دنیا میں ایک حوالے کا مقام دے دیا ہے۔ ان کی یہ تمام تر مساعی دعوت کے میدان میں بڑے مؤثر نتائج پیدا کر رہی ہے۔

کتاب التوحید بنیادی طور پر دعوت کی کتاب ہے اور اپنے موضوع پر حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے' اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں پر اس کتاب نے اپنے لیے جگہ اور مقام پیدا نہ کیا ہو۔ اس درجہ اہم دعوتی کتاب کی پیشکش میں دارالسلام نے ایک مثالی کوشش کو اختیار کیا ہے جس کے باعث حسن معنیٰ کے ساتھ یہ کتاب حسن طباعت کا بھی حسین مرقع بن گئی ہے۔ امید ہے کہ دارالسلام اس مفید کوشش کے دوسری زبانوں میں تراجم بھی کرائے گا تاکہ یہ آوازۂ توحید آج کی دنیا کے آخری کونے تک پہنچ جائے۔ حق تعالیٰ اس کتاب کو اس ادارے اور اس کے منتظمین کے لیے زاد آخرت بنائے اور طالبان حق کے لیے تذکیر و موعظت کا سامان فراہم کرے۔ ہر وہ شخص جو توحید کے مقام کو سمجھ لے' دین و شریعت کے باقی مراحل اس کے لیے سہل ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب اس موضوع پر اکسیر کا درجہ رکھتی ہے جس نے کروڑوں فرزندان توحید کے عقائد و اعمال کی تربیت کا سامان پیدا کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو کوئی اس کا سنجیدگی اور متانت سے مطالعہ کرے گا' حق کیا ہے؟ اور دین و شریعت کے تقاضے کیا ہیں؟ وہ اس پر بخوبی واضح ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو انسانیت کے لیے ہدایت اور حسن عمل کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین.

خادم العلم والعلماء

پروفیسر عبدالجبار شاکر

بیت الحکمت' لاہور۔

عرض مترجم

توحید کا مسئلہ اتنا اہم اور بنیادی ہے کہ دنیا میں ہر نبی جہاں بھی اور جب بھی آیا' اس نے سب سے پہلے اپنی قوم یا اپنے علاقے کے لوگوں کو توحید ہی کی دعوت دی' جیسے اللہ نے فرمایا:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ ﴾ (الأنبياء ٢١/ ٢٥)

"اے پیغمبر! تجھ سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا' اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں' پس تم میری ہی عبادت کرو۔"

پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنی تبلیغ کا آغاز اسی دعوتِ توحید سے کیا' آپ نے فرمایا:

«قُولُوا لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ تُفْلِحُوا»(مسند أحمد: ٣/ ٤٩٢)

"لوگو! اس بات کا اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' تم فلاح یاب ہو جاؤ گے۔"

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

«إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ، أَمَرَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا»(حواله مذكور)

"میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں' میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی دعوت پر ایمان لانے والوں نے اساف و نائلہ اور لات و عزیٰ کی عبادت چھوڑ کر صرف اِلٰہ واحد کی عبادت و پرستش کو اپنا شعار بنا لیا' تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت و سرفرازی عطا فرمائی' دنیا میں' جس طرف بھی انہوں نے رخ کیا' انہیں سرخ رو کیا اور چار دانگ عالم میں ان کی عظمت کی دھاک بٹھا دی۔

لیکن چند صدیوں بعد مسلمان پھر توحید کی نعمت سے محروم اور شرک کی آلودگیوں میں

ملوث ہو گئے اور نجد و حجاز میں ایک مرتبہ پھر جاہلیت اولیٰ کی تاریکی لوٹ آئی اور مسلمان عوام کی اکثریت مشرکانہ عقائد کا شکار ہو گئی اور آستانوں اور مقبروں کی پجاری بن گئی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے جزیرہ نمائے عرب کے ان بادیہ نشینوں پر پھر رحمت کی اور مجدد الدعوۃ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور ان کے انصار و اعوان کے ذریعے سے ان کو دعوتِ توحید سے آشنا کیا اور شرک و بدعات کی تاریکیوں سے انہیں نکالا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی سعیٔ تجدید و اصلاح کا یہ باب بڑا وسیع ہے' جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ شیخ رحمہ اللہ نے عملی طور پر بھی مذکورہ شرک کے اڈوں کا خاتمہ کیا' وعظ و تبلیغ سے بھی لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرمائی اور تصنیف و تالیف کے ذریعے سے بھی اس محاذ پر بڑا وقیع کام کیا۔ ان کی تصانیف میں ایک نہایت اہم کتاب "کتاب التوحید" بھی ہے' جو اس وقت قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب کا اُردو ترجمہ آج سے تقریباً پون صدی قبل ہوا تھا' جو اب تک شائع ہوتا چلا آ رہا تھا' جب کہ اس عرصے میں اُردو زبان کافی وسیع ہو چکی ہے اور اس کا اسلوب بھی بہت حد تک بدل چکا ہے' اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا نئے سرے سے ترجمہ کیا جائے جو موجودہ اسلوب اور معیار کے مطابق ہو' تاکہ اس کی افادیت محض زبان کی کہنگی کی وجہ سے متاثر نہ ہو۔

علاوہ ازیں سعودی عرب کے علاوہ اکثر اسلامی ممالک میں قبر پرستی کی شکل میں شرک کے مظاہر عام ہیں جو اللہ کی رحمت و نصرت سے محرومی کا سبب ہیں اور مسلمان جب تک مشرکانہ عقائد و اعمال سے تائب ہو کر خالص توحید کو نہیں اپنائیں گے' وہ رحمت الٰہی کے مستحق قرار نہیں پا سکیں گے۔ اسی ضرورت اور احساس کے پیش نظر راقم نے اس کا یہ نیا ترجمہ کیا ہے' اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اسے عوام کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین.

(پروفیسر) سعید مجتبیٰ سعیدی

منکیرہ ضلع بھکر

شوال ۱۴۲۳ھ / جنوری ۲۰۰۳ء

توحید تمام عبادات کی بنیاد ہے

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا خَلَقۡتُ ٱلۡجِنَّ وَٱلۡإِنسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُونِ ﴿٥٦﴾ ﴾ (الذاریات٥١/ ٥٦)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری بندگی کریں۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِي كُلِّ أُمَّةٖ رَّسُولًا أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجۡتَنِبُواْ ٱلطَّٰغُوتَۖ ﴾ (النحل١٦/ ٣٦)

"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت (غیراللہ) کی بندگی سے بچو۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنًاۚ ﴾ (الإسراء١٧/ ٢٣)

"اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اسی (اللہ) کی بندگی کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ۞ وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ ﴾ (النساء٤/ ٣٦)

"اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ۞ قُلۡ تَعَالَوۡاْ أَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡۖ أَلَّا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ ﴾ (الأنعام٦/ ١٥١)

"(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجیے کہ آؤ میں تمھیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمھارے

رب نے تم پر حرام کی ہیں۔ (وہ) یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص محمد ﷺ کی سربمہر (بند کر کے مہر لگائی ہوئی) وصیت ملاحظہ کرنا چاہتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾ ﴾ (الأنعام٦/ ١٥١-١٥٣، جامع الترمذي، التفسير، تفسير سورة الأنعام، ح: ٣٠٧٠)

"(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجیے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں۔ وہ یہ کہ:

١. تم اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ،
٢. اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو،
٣. اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، کیونکہ تمہیں اور ان کو بھی رزق ہم ہی دیتے ہیں۔
٤. بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ، تم ان کے قریب بھی نہ پھٹکو،
٥. اور جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے قتل نہ کرو مگر حق اور جائز طریقے سے۔ اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی وصیت (ہدایت) کی ہے تاکہ تم

عقل سے کام لو۔

۶ اور تم یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو انتہائی بہترین اور پسندیدہ ہو' یہاں تک کہ وہ (یتیم) اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جائے'

۷ اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پورا کرو' ہم کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتے۔

۸ اور جب بات کرو تو انصاف کی کہو خواہ وہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا ہو (یعنی کسی ایک کی طرف جھکاؤ سے کام نہ لو)

۹ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی وصیت (ہدایت) کی ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

۱۰ اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اسی پر چلو۔ اسے چھوڑ کر دوسری راہوں پر مت چلو' وہ تمہیں اللہ کی راہ سے دور کر دیں گی۔ اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی وصیت (ہدایت) کی ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ فَقَالَ لِي: يَا مُعَاذُ! أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ، وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلاَ يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ أَنْ لاَ يُعَذِّبَ مَنْ لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلاَ أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: لاَ تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوا»(صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب اسم الفرس والحمار، ح:٢٨٥٦، ٥٩٦٧، ٦٢٦٧ وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، ح:٣٠)

"ایک دفعہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: "اے معاذ (رضی اللہ عنہ) کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟" میں

نے عرض کیا' اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت (بندگی) کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں' اور بندوں کا اللہ کے ذمہ یہ حق ہے کہ جو بندہ شرک کا مرتکب نہ ہو وہ اسے عذاب نہ دے۔" (معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (اجازت ہو تو) لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں (اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔)"

مسائل

① جن و انس کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما ہے۔

② دراصل عبادت سے مراد توحید ہے کیونکہ جملہ انبیاء اور ان کی امتوں کے درمیان یہی بات متنازعہ تھی۔

③ جو شخص توحید پر کاربند نہیں اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت (بندگی) کی ہی نہیں۔ "سورۃ الکافرون" کی آیت:

﴿ وَلَآ أَنتُمْ عَـٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ ﴾ (الکافرون۱۰۹/ ۳)

(اور جن کی تم پرستش کرتے ہو میں ان کی پرستش کرنے والا نہیں ہوں) کا بھی یہی مفہوم ہے۔

④ انبیاء و رسل کی بعثت میں حکمت کارفرما تھی۔

⑤ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر امت کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے گئے۔

⑥ تمام انبیاء کا دین یعنی ان کی دعوت کا محور اور مرکزی نقطہ صرف توحید تھا۔

⑦ اس سے یہ ایک اہم مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ طاغوت کا رد اور اس کا انکار کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت (بندگی) ممکن ہی نہیں۔

﴿ فَمَن يَكْفُرْ بِٱلطَّـٰغُوتِ وَيُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۵۶)

کا یہی مفہوم ہے۔

⑧ "طاغوت" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔

(۹) یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین کے نزدیک سورۃ الانعام کی مذکورہ تین محکم آیات کی کس قدر اہمیت اور عظمت تھی۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو دس احکام اور ہدایات دی گئی ہیں۔ ان میں سب سے اولین ہدایت "شرک سے ممانعت" کی ہے۔

(۱۰) سورۂ بنی اسرائیل (الاسراء) کی محکم آیات میں اٹھارہ مسائل بیان ہوئے ہیں جن کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

﴿ لَّا تَجْعَلْ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا ﴿٢٢﴾ ﴾ (الإسراء١٧/ ٢٢)

"کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ ورنہ ذلیل اور بے یارومددگار ہو کر بیٹھ رہو گے۔"

یعنی ان مسائل میں سب سے پہلے توحید کا بیان ہے اور سب سے آخر میں بھی توحید ہی کا ذکر ہے۔

﴿ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ فَتُلْقَىٰ فِى جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴿٣٩﴾ ﴾

(الإسراء١٧/ ٣٩)

"اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنالینا ورنہ تو ملامت زدہ اور راندۂ درگاہ ہو کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے ان مسائل کی اہمیت پر تنبیہ کرتے ہوئے آخر میں فرمایا:

﴿ ذَٰلِكَ مِمَّآ أَوْحَىٰٓ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ ٱلْحِكْمَةِ ﴾ (الإسراء١٧/ ٣٩)

"یہ دانائی کی ان باتوں میں سے ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہیں۔"

(۱۱) سورۃ النساء کی وہ آیت جو حقوقِ عشرہ والی آیت کہلاتی ہے، اس میں اللہ نے فرمایا:

﴿ ۞ وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ﴾ (النساء٤/ ٣٦)

"اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"

(۱۲) اس میں رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے جو آپ نے وفات کے وقت فرمائی تھی۔

⑬ بندوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟
⑭ جب بندے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں تو اللہ تعالیٰ پر ان کا کیا حق ہے؟
⑮ حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ اس (حدیث معاذ رضی اللہ عنہ) میں مذکور مسئلہ کا بہت سے صحابہ کو علم نہ تھا۔
⑯ کسی مصلحت کے پیش نظر کتمان علم (علم کو مخفی رکھنا) جائز ہے۔
⑰ کسی مسلمان کو خوش خبری دینا جائز ہے۔
⑱ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کر کے ترک عمل جائز نہیں۔
⑲ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ نہ جانتا ہو تو یوں کہہ دینا چاہیے "اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ" کہ "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔"
⑳ کسی کو علم سکھانا اور کسی کو محروم رکھنا جائز ہے۔
㉑ نبی کریم ﷺ از حد متواضع تھے کہ آپ جلیل القدر ہونے کے باوجود گدھے پر نہ صرف سوار ہوئے بلکہ دوسرے آدمی کو بھی اپنے ہمراہ سوار کر لیا۔
㉒ سواری پر اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کر لینا جائز ہے۔
㉓ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی عیاں ہوتی ہے۔
㉔ مسئلہ توحید کی اہمیت اور عظمت پر بھی خوب روشنی پڑتی ہے۔

باب :١

توحید کی فضیلت اور اس سے گناہوں کے مٹنے کا بیان

ارشاد ربانی ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُوٓاْ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾ ﴾ (الأنعام٦/ ٨٢)

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا، ان ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر ہیں"۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ شَهِدَ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسٰى عَبْدُاللهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ» (صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالٰى ﴿يٰأهل الكتاب لا تغلوا في دينكم﴾ ح: ٣٤٣٥ وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل علٰى أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، ح: ٢٨)

"جو شخص اس بات کی گواہی دے:

- اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔
- اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔
- اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا، اور وہ اسی کی طرف سے بھیجی ہوئی روح ہیں۔
- اور یہ کہ جنت برحق ہے اور جہنم (بھی) برحق ہے۔ تو ایسے شخص کو اللہ (بہرحال) جنت میں داخل کرے گا خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔"

اور صحیحین ہی میں عتبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ»(صحيح البخاري، الصلاة، باب المساجد في البيوت، ح:٤٢٥، الرقاق، باب العمل الذي يبتغى به وجه الله، ح:٦٤٢٣ وصحيح مسلم، المساجد، الرخصة في التخلف عن الجماعة لعذر، ح:٢٦٣/ ٣٣)

"جو شخص محض رضائے الٰہی کی نیت سے "لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" کا اقرار کرے' اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کر دیتا ہے۔"

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قَالَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلاَمُ: يَارَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ وَأَدْعُوكَ بِهِ، قَالَ: قُلْ يَامُوسٰى! لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ، قَالَ: كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُونَ هٰذَا، قَالَ: يَامُوسٰى! لَوْ أَنَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِي وَالأَرَضِينَ السَّبْعَ فِي كِفَّةٍ، وَلاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ فِي كِفَّةٍ، مَالَتْ بِهِنَّ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ»(موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، ح:٢٣٢٤ والمستدرك للحاكم: ١/ ٥٢٨ ومسند أبي يعلى الموصلي، ح:١٣٩٣)

"موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا' اے میرے پروردگار! مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جس کے ذریعے میں تیرا ذکر کیا کروں اور تجھے پکارا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! "لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" پڑھا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ کلمہ تو تیرے سب بندے پڑھتے اور کہتے ہیں۔ (مجھے کوئی خصوصی وظیفہ بتایا جائے) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان کی مخلوق بجز میرے اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں ہوں اور "لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" دوسرے پلڑے میں ہو تو یہ کلمہ ان سب سے وزنی ہو گا"۔ (امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے)

جامع ترمذی میں حسن سند کے ساتھ' انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

«قَالَ اللهُ تَعَالٰی: يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيتَنِي لاَ تُشْرِكُ بِي شَيْئًا، لأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً»(جامع الترمذي، الدعوات، باب ياابن آدم إنك ما دعوتني، ح: ٣٥٤٠)

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہ کر کے آئے، پھر تو اس حال میں مجھ سے ملے کہ تو میرے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں اسی قدر مغفرت و بخشش لے کر تیرے پاس آؤں گا۔"

مسائل

① ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے۔

② اللہ تعالیٰ کے ہاں توحید کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

③ توحید کا عقیدہ ثواب کے ساتھ ساتھ گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

④ سورۃ الانعام کی آیت ۸۲ کی تفسیر بھی واضح ہوئی کہ اس میں "ظلم" سے مراد "شرک" ہے۔

⑤ حدیث عبادہ میں جو پانچ امور مذکور ہیں ان پر غور کیا جائے کہ ان میں سر فہرست شرک نہ کرنا ہے۔

⑥ حدیث عبادہ، حدیث عتبان اور اس کے بعد والی مذکورہ احادیث کو جمع کیا جائے تو کلمۂ توحید (لَاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه) کا مفہوم مزید نکھر کر سامنے آتا ہے۔ اور جو لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ محض زبان سے کلمۂ توحید کا اقرار نجات کے لیے کافی ہے، ان کی غلطی بھی واضح ہوتی ہے۔

⑦ حدیث عتبان میں مذکورہ شرط بھی قابل توجہ ہے کہ کلمہ گو نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کلمہ پڑھا ہو۔

⑧ انبیاء کرام بھی اس کلمہ کی اہمیت و فضیلت کو جاننے کے محتاج تھے۔

⑨ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰه تمام آسمانوں اور زمینوں سے وزنی ہے اس کے باوجود بہت سے کلمہ گو لوگوں کے پلڑے قیامت کے دن ہلکے ہوں گے۔

(۱۰) یہ بھی صراحت ہے کہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔
(۱۱) آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق آباد ہے۔
(۱۲) اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات ہیں جبکہ فرقہ اشاعرہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا انکار کرتا ہے۔
(۱۳) حدیث انس پر غور کریں تو سمجھ میں آتا ہے کہ حدیث عتبان "جو شخص محض رضائے الٰہی کی خاطر کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کا اقرار کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دیتا ہے" سے مراد شرک کو کلیۃً چھوڑ دینا ہے۔ محض زبان سے کلمہ پڑھ لینا نجات کے لیے کافی نہیں۔
(۱۴) جناب محمد ﷺ اور جناب عیسیٰ علیہ السلام دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔
(۱۵) ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہونے کی بنا پر اس کا کلمہ ہے تاہم یہاں خصوصی طور پر عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کلمہ کہا گیا ہے۔
(۱۶) عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی طور پر اللہ کی روح کہا گیا ہے۔
(۱۷) ان احادیث سے جنت اور جہنم پر ایمان لانے کی اہمیت اور فضیلت بھی معلوم ہوئی۔
(۱۸) اس تفصیل سے حدیث عبادہ میں "عَلٰی مَاکَانَ مِنَ الْعَمَلِ" (خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں) کا مفہوم بھی متعین ہو جاتا ہے کہ جنت میں جانے کے لیے صاحب توحید یعنی موحد ہونا شرط ہے۔
(۱۹) روز قیامت اعمال کا وزن کرنے کے لیے جو ترازو رکھی جائے گی اس کے بھی دو پلڑے ہوں گے۔
(۲۰) حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے "وَجْهٌ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی "چہرہ" ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس صفت (چہرہ) پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ البتہ "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" (اس جیسی کوئی چیز نہیں) کی رو سے ہم اس کی کیفیت سمجھنے اور بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

باب : ۲

توحید کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والا شخص بلا حساب جنت میں جائے گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ ﴾

(النحل١٦/ ١٢٠)

"بے شک ابراہیم (علیہ السلام) لوگوں کے پیشوا' اللہ کے تابع فرماں اور یک سو تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ ﴾ (المؤمنون٢٣/ ٥٩)

"(اور اہل ایمان وہ ہیں) جو اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں ٹھہراتے۔"

حصین بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ انہوں نے کہا: تم میں سے کسی نے رات کو ٹوٹتا ہوا تارا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں' میں نے دیکھا تھا۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ میں اس وقت نماز میں مشغول نہ تھا' بلکہ مجھے کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا تھا۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے پوچھا تو پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے بتایا کہ میں نے دم کر لیا تھا۔

انہوں نے پھر دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا کہ ہمیں شعبی نے ایک حدیث بیان کی ہے' اس کی بنا پر میں نے دم کر لیا۔ انہوں نے پھر پوچھا: شعبی نے تمہیں کون سی حدیث سنائی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ انہوں نے بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی ہے:

«لاَ رُقْيَةَ إِلاَّ مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ»(مسند أحمد: ١/ ٢٧١)

"نظر بد اور کسی زہریلی چیز کے ڈسنے کے سوا کسی اور صورت میں دم (جائز) نہیں۔"
یہ سن کر سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے جو سنا اور پھر اس پر عمل کیا' اس نے بہت ہی اچھا کیا البتہ ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث سنائی ہے' آپ نے فرمایا:

«عُرِضَتْ عَلَيَّ الأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلاَنِ، وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي، فَقِيلَ لِي: هٰذَا مُوسٰى وَقَوْمُهُ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: هٰذِهِ أُمَّتُكَ، وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلاَ عَذَابٍ، ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولٰئِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الإِسْلاَمِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: هُمُ الَّذِينَ لاَ يَسْتَرْقُونَ وَلاَ يَكْتَوُونَ وَلاَ يَتَطَيَّرُونَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ. فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: اُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتَ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: اُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ»(صحيح البخاري، الطب، باب من اكتوى أو كوى غيره وفضل من لم يكتو، ح:٥٧٠٥، ٥٧٥٢ وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة، ح:٢٢٠، واللفظ له)

"میرے سامنے بہت سی امتیں پیش کی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ تو بہت بڑی جماعت ہے اور کسی کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں۔ اور میں نے ایک نبی ایسا بھی دیکھا جس کے ساتھ ایک بھی امتی نہ تھا' اسی اثناء میں میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت نمودار ہوئی' میں نے سمجھا کہ یہ میری امت ہے۔ لیکن مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ پھر میں نے ایک اور بہت بڑی جماعت دیکھی۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی

امت ہے۔ ان میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔ اتنا فرمانے کے بعد نبی کریم ﷺ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان خوش نصیب ستر ہزار افراد کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ بعض نے کہا شاید یہ وہ لوگ ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ اور بعض نے کہا شاید یہ وہ لوگ ہوں جو عہد اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے کچھ باتیں کیں۔ اتنے میں رسول اکرم ﷺ تشریف لے آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو اپنی گفتگو اور آراء سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں جو دم کراتے ہیں نہ علاج کی غرض سے اپنے جسم کو داغتے ہیں اور نہ فال نکالتے ہیں بلکہ وہ صرف اپنے پروردگار ہی پر توکل کرتے ہیں۔" یہ سن کر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے بنائے۔ آپ نے فرمایا "تو ان میں سے ہے۔" اس کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا۔ اس نے بھی درخواست کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میرے لیے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنائے۔ آپ نے فرمایا "اس دعا میں عکاشہ تم پر سبقت لے گیا۔"

مسائل

① توحید کے بارے میں لوگوں کے درجات و مراتب مختلف ہیں۔
② توحید کے تقاضے پورے کرنے کا مفہوم بھی واضح ہوا۔
③ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مدح میں فرمایا: "وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔"
④ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اولیاء کرام کی بھی مدح فرمائی ہے کہ وہ شرک سے بیزار ہوتے ہیں۔
⑤ دم اور جسم داغنے کے طریق علاج کو ترک کرنا، توحید کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔
⑥ ان اوصاف سے متصف ہونا ہی درحقیقت توکل ہے۔
⑦ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم کی گہرائی اور ان کی حقیقت پسندی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ وہ یہ

جانتے تھے کہ بلا حساب جنت میں جانے والوں کو یہ بلند مقام اور مرتبہ محض عمل کی بدولت حاصل ہو گا۔

(۸) یہ بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر اور نیکی کے کاموں پر کس قدر حریص تھے۔

(۹) امت محمدیہ درجات کی بلندی اور کثرت تعداد کے لحاظ سے تمام امتوں سے افضل اور برتر ہے۔

(۱۰) موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کی فضیلت بھی عیاں ہو رہی ہے۔

(۱۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں۔

(۱۲) ہر امت کو اپنے نبی کے ساتھ الگ اٹھایا جائے گا۔

(۱۳) انبیاء کی دعوت کو بالعموم بہت تھوڑے لوگوں نے قبول کیا۔

(۱۴) جس نبی پر ایک بھی شخص ایمان نہ لایا وہ قیامت کے دن اکیلا ہی آئے گا۔

(۱۵) کثرت تعداد پر مغرور اور قلت تعداد پر پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ قلت یا کثرت معیار حق نہیں۔

(۱۶) نظربد اور زہریلی چیز کے ڈسنے سے دم کرنا جائز ہے۔

(۱۷) سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے قول 'قَدْ اَحْسَنَ مَنِ انْتَهٰى اِلٰى مَا سَمِعَ' "جس نے اپنی شنید کے مطابق عمل کیا اس نے اچھا کیا" سے سلف صالحین کے علم کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔

(۱۸) سلف صالحین' بے جا تعریف و ستائش سے پرہیز کیا کرتے تھے۔

(۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اَنْتَ مِنْهُمْ" "کہ تو ان میں سے ہے۔" آپ کا یہ قول آپ کے صدق اور نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

(۲۰) عکاشہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

(۲۱) بوقت ضرورت تصریح کی بجائے اشارہ و کنایہ میں گفتگو کرنا جائز ہے۔ آپ نے عکاشہ کے بعد دوسرے آدمی سے صاف نہیں فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ "تم پر عکاشہ سبقت لے گیا۔"

(۲۲) عکاشہ رضی اللہ عنہ کے بعد دعا کی درخواست کرنے والے دوسرے آدمی کو بڑے احسن انداز کے ساتھ بٹھا دینے اور خاموش کرا دینے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی اعلیٰ اور احسن اخلاق کے مالک تھے۔

باب : ۳

شرک سے ڈرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾
(النساء٤/ ٤٨)

"بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔"

ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی پوجا کی بابت فرمایا:

﴿ وَٱجْنُبْنِى وَبَنِىَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ ﴾ (إبراهيم١٤/ ٣٥)

"اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانا"۔

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الأَصْغَرُ، فَسُئِلَ عَنْهُ فَقَالَ: الرِّيَاءُ»(مسند أحمد: ٥/ ٤٢٨، ٤٢٩ ومجمع الزوائد: ١/ ١٠٢ والمعجم الكبير للطبراني، ح: ٤٣٠١ بزيادة إِنَّ في أوله)

"تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ ڈر "شرک اصغر" کا ہے۔ پوچھا گیا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دکھلاوا (ریاکاری)۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللهِ نِـدًّا دَخَلَ النَّارَ»(صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى ﴿ومن الناس من يتخذ من دون الله أندادا﴾ ح: ٤٤٩٧)

"جس آدمی کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو اللہ کا شریک ٹھہرا کر پکارتا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا۔"

صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ لَقِيَ اللهَ لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ»(صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على من مات لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة وأن من مات مشركًا دخل النار، ح:٩٣)

"جو کوئی اس حال میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے (یعنی فوت ہو) کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا اور جو اس حال میں اس سے جا ملے (یعنی فوت ہو) کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا۔"

مسائل

① انسان کو ہر وقت شرک سے ڈرتے اور بچ کر رہنا چاہیے۔

② ریاکاری بھی شرک کی ایک قسم ہے۔

③ ریاکاری "شرک اصغر" ہے۔

④ نیک لوگوں پر باقی گناہوں کی نسبت "ریاکاری" کا اندیشہ زیادہ ہے۔

⑤ جنت اور جہنم (انسان کے) قریب ہیں۔

⑥ اس ایک ہی حدیث میں جنت اور جہنم کے قریب ہونے کا اکٹھے ذکر کیا گیا ہے۔

⑦ شرک نہ کرنے والا آدمی جنت میں ضرور جائے گا اور جسے شرک کی حالت میں موت آئی وہ جنت میں نہیں جا سکتا بلکہ وہ جہنم میں جائے گا اگرچہ وہ بہت بڑا عابد اور زاہد ہی کیوں نہ ہو۔

⑧ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے بتوں کی عبادت سے محفوظ رہنے کی دعا کی۔ ہمیں بھی شرک سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے۔

⑨ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے "رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ" (سورۂ ابراہیم۔ آیت ۳۶) "اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔" کہہ کر اکثر لوگوں کی حالت سے عبرت حاصل کی اور دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا۔

⑩ امام بخاری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ان احادیث سے کلمہ "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کی تفسیر بھی ہو رہی ہے۔

⑪ اور شرک سے محفوظ رہنے والوں کی فضیلت اور شرک کرنے والوں کی ہلاکت ثابت ہوتی ہے۔

باب : ۴

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کی طرف دعوت دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾ ﴾ (يوسف ١٢/١٠٨)

"(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ میرا اور میرے پیروکاروں کا راستہ تو یہ ہے کہ ہم سب پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور میرا مشرکین سے کچھ واسطہ نہیں۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ - وَفِي رِوَايَةٍ: إِلٰى أَنْ يُّوَحِّدُوا اللهَ - فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ» (صحيح البخاري، الزكاة، باب لا تؤخذ كرائم أموال الناس في الصدقة، ح:١٤٥٨، ١٤٩٦، ٢٤٤٨، ٤٣٤٧، ٧٣٧٢ وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، ح:١٩)

"تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو۔ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی

گواہی کی طرف دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کریں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پس اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو پھر انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اصحاب ثروت سے وصول کر کے فقراء اور غرباء میں تقسیم کی جائے گی۔ پس اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو ان کے عمدہ اور قیمتی اموال لینے سے احتیاط کرنا اور مظلوم کی بد دعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔"

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ، يَفْتَحُ اللهُ عَلٰى يَدَيْهِ، فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، فَلَمَّا أَصْبَحُوا غَدَوْا عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ فَقِيلَ: هُوَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ، فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ كَأَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ: انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلاَمِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِّنْ حَقِّ اللهِ تَعَالٰى فِيهِ، فَوَاللهِ لأَنْ يَّهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلاً وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ»(صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ح:٣٧٠١ وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب علي بن أبي طالب رضي الله عنه ح:٢٤٠٦)

"کل میں یہ پرچم ایک ایسے شخص کو دوں گا جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت رکھتے ہیں' اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات بھر قیاس

آرائیاں کرتے رہے کہ پرچم کس کو دیا جا سکتا ہے۔ صبح ہوئی تو تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ہر ایک کی یہی خواہش اور امید تھی کہ پرچم اسے ہی ملے گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ ان کی تو آنکھیں دکھتی ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دعا فرمائی۔
چنانچہ علی رضی اللہ عنہ مکمل طور پر یوں شفایاب ہو گئے گویا انہیں کچھ بھی تکلیف نہ تھی۔ آپ نے پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھما دیا اور فرمایا: تیاری کر کے ابھی روانہ ہو جاؤ اور سیدھے ان کے میدان میں جا اترو۔ پھر سب سے پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق اسلام میں ان پر عائد ہیں' وہ انہیں بتلانا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بدولت ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو (یہ سعادت) تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر (انتہائی قیمتی) ہے۔"

مسائل

① رسول اکرم ﷺ کے متبعین کا انداز تبلیغ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہیں۔
② اخلاص نیت کی بھی ترغیب ہے کیونکہ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ "دعوت الی الحق" لے کر اٹھیں بھی تو اس میں مخلص نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگوں کو بالعموم اپنی ذات کی طرف بلاتے ہیں۔
③ دعوت کے کاموں میں بصیرت سے کام لینا ضروری ہے۔
④ توحید کا ایک یہ بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب اور نقص سے پاک تسلیم کیا جائے۔
⑤ شرک کی ایک قباحت یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں گالی ہے۔
⑥ اس باب کا ایک اہم ترین مسئلہ یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان کو مشرکین سے الگ تھلگ اور دور رہنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شرک نہ کرنے کے باوجود ان کے

ساتھ میل جول کی بنا پر ان کا ساتھی بن جائے۔

(۷) واجبات دین میں توحید اولین واجب مسئلہ ہے۔

(۸) نماز اور دیگر احکام دین سے پہلے توحید کی تبلیغ کی جائے۔

(۹) رسول اللہ ﷺ کے فرمان "اَنْ یُّوَحِّدُوا اللّٰہَ" اور کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کی شہادت دونوں کا ایک ہی معنی و مفہوم ہے۔

(۱۰) کچھ لوگ اہل کتاب ہونے کے باوجود عقیدۂ توحید سے کما حقہ باخبر نہیں ہوتے یا جاننے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے۔

(۱۱) یہ آگاہی بھی ہوئی کہ دین کی تعلیم تدریجاً دینی چاہیے۔

(۱۲) مراحل تبلیغ میں اہمیت کے مطابق مسائل بیان کیے جائیں۔

(۱۳) زکوٰۃ کے مصرف کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

(۱۴) معلم کا فرض ہے کہ وہ متعلم کے شبہات کو بھی دور کرے۔

(۱۵) زکوٰۃ وصول کرتے وقت عمدہ اور قیمتی مال لینا منع ہے۔

(۱۶) مظلوم کی بد دعا سے بچنا چاہیے۔

(۱۷) مظلوم کی آہ و بد دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

(۱۸) سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام پر تکلیف و مشقت اور بھوک و پیاس کا گزرنا بھی توحید کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

(۱۹) رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ "میں کل یہ پرچم ایسے شخص کو دوں گا جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔" آپ کی علامات نبوت میں سے ہے۔

(۲۰) نبی کرام ﷺ کا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لعاب ڈالنا اور ان کا فوراً صحت یاب ہو جانا بھی آپ کی علامات نبوت میں سے ہے۔

(۲۱) علی رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت بھی اس سے عیاں ہوتی ہے۔

(۲۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور فضیلت بھی واضح ہے کہ وہ ساری رات یہ سوچتے

رہے کہ صبح یہ پرچم کس خوش نصیب کو ملنے والا ہے۔ اور اس سوچ میں وہ فتح کی بشارت بھول گئے۔ (گویا ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خصوصی محبت کا اعزاز فتح کی بشارت سے زیادہ عزیز تھا۔)

(۲۳) "ایمان بالقدر" بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرچم ایسے آدمی کو ملا جس نے اس کے حصول کی خواہش یا کوشش نہیں کی بلکہ کوشش کرنے والے اور خواہش رکھنے والے اسے حاصل نہ کر سکے۔

(۲۴) رسول ﷺ کا علی رضی اللہ عنہ سے فرمانا "عَلٰی رِسْلِکَ" 'آہستہ رہو (بات سن کے جاؤ) میں ایک ادب پایا جاتا ہے۔

(۲۵) جنگ سے پیشتر کفار کو اسلام کی دعوت دینی چاہیے۔

(۲۶) لوگوں سے اولین خطاب ہو، قبل ازیں جنگ ہو چکی ہو یا دعوت دی جا چکی ہو، ہر صورت میں جنگ سے قبل اسلام کی دعوت دینا مشروع ہے۔

(۲۷) رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق عائد ہیں وہ انہیں بتلانا، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی دعوت حکمت اور دانائی کے ساتھ پیش کرنی چاہیے۔

(۲۸) ایک مسلمان کو اسلام میں مقرر کردہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے واقف ہونا چاہیے تاکہ وہ دوسروں کو بھی تعلیم دے سکے۔

(۲۹) معلوم ہوا کہ جس کسی کے ہاتھوں ایک بھی آدمی ہدایت پا جائے اس کے لیے بہت زیادہ ثواب اور بڑی عظمت ہے۔

(۳۰) اور فتویٰ پر قسم اٹھانا جائز ہے وغیرہ۔

باب : ۵

توحید کی تفسیر اور کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی شہادت کا مفہوم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ ﴾

(الإسراء ١٧/ ٥٧)

"یہ لوگ، جنہیں وہ (مشرکین) پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کا تقرب حاصل کرنے کے لیے وسیلہ (ذریعہ) ڈھونڈتے ہیں کہ کون اس کے قریب تر ہے۔ اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ ﴾ (الزخرف ٤٣/ ٢٦۔٢٨)

"اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے (صاف صاف) کہہ دیا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں، میں ان سے بے زار ہوں۔ ہاں (میں صرف اسے مانتا ہوں) جس نے مجھے پیدا کیا ہے، وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اور وہ یہی بات (دعوت) اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے تا کہ وہ بھی اللہ ہی کی طرف رجوع کریں۔"

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ﴾

(التوبة٩/ ٣١)

"ان (عیسائی) لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور بزرگوں کو رب بنالیا۔"

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ﴾ (البقرة٢/ ١٦٥)

"کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو غیروں کو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں اور ایمان والے سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں۔"

نبی ﷺ نے توحید کی وضاحت میں فرمایا:

«مَنْ قَالَ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ، حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ»(صحيح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله. . .، ح:٢٣)

"جس شخص نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه کا اقرار کر لیا اور معبودان باطلہ کا انکار اور کفر کیا تو اس کا مال اور خون محفوظ ہو گیا۔ اب اس کا باقی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔"

آئندہ آنے والے ابواب اسی عنوان "لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" کی شہادت کا مطلب شرح اور وضاحت پیش کرتے ہیں۔

مسائل

① اس میں سب سے اہم مسئلہ، توحید اور کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" کی گواہی دینے کی تفسیر ہے جسے متعدد آیات و احادیث سے واضح کیا گیا ہے۔

② ان میں سے ایک، سورہ الاسراء (بنی اسرائیل) کی آیت ۵۷ ہے جس میں ان مشرکین کی تردید ہے جو صلحاء اور بزرگان کو پکارتے ہیں۔ اس آیت میں صاف صاف بیان ہے کہ یہی شرک اکبر ہے۔

③ اس باب میں دلائل توحید بیان کرتے ہوئے ایک دلیل سورتِ براءت (التوبہ) کی آیت ۳۱ بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ اپنے علماء اور بزرگوں کو بھی رب بنا رکھا تھا حالانکہ انہیں صرف

اور صرف ایک الٰہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود اس آیت کی وہ تفسیر جس میں کوئی اشکال یا ابہام نہیں' یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے علماء اور بزرگوں کو مصیبت یا مشکل کے وقت پکارتے نہیں تھے بلکہ معصیت کے کاموں میں ان کی اطاعت کرتے تھے۔ (اور اسی کو معبود اور رب بنانا کہا گیا ہے)

④ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا بھی تذکرہ ہے جو انہوں نے کفار سے کہی تھی:

﴿ إِنَّنِي بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا ٱلَّذِي فَطَرَنِي ﴾ (الزخرف٤٣/ ٢٦-٢٧)

"میں تمہارے معبودوں سے بے زار اور لاتعلق ہوں۔ میرا تعلق صرف اس ذات سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔"

یوں ابراہیم علیہ السلام نے کفار کے معبودان باطلہ سے اپنے حقیقی رب کو مستثنیٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کفار سے اس طرح کی براءت و بے زاری اور اللہ تعالیٰ کی موالات و محبت کا اظہار ہی کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ" کی گواہی دینا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ ﴾ (الزخرف٤٣/ ٢٨)

"اور ابراہیم علیہ السلام یہی پیغام اپنے پیچھے اپنی اولاد اور قوم کو دے گئے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔"

⑤ نیز ایک دلیل' سورۂ بقرہ کی وہ آیت بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق فرمایا:

﴿ وَمَا هُم بِخَٰرِجِينَ مِنَ ٱلنَّارِ ﴿١٦٧﴾ ﴾ (البقرة٢/ ١٦٧)

"وہ جہنم کی آگ سے نکلنے والے نہیں۔"

اور ان کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے بنائے ہوئے معبودوں' اللہ کے شریکوں سے یوں محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ نیز واضح فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی شدید محبت رکھتے ہیں لیکن ان کی یہ محبت انہیں اسلام میں داخل نہیں کر سکی۔ ذرا غور کریں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتھ ساتھ غیراللہ سے محبت کرنے والے مسلمان نہیں تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شرکاء سے محبت کرنے

والوں یا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف غیراللہ سے محبت کرنے والوں کا کیا حال ہو گا؟

⑥ اور ایک دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ذی شان بھی ہے کہ "جس آدمی نے کلمہ "لَاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" کا اقرار اور معبودان باطلہ کا انکار کیا اس کا مال اور خون (جان) محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب یعنی باقی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔" یہ فرمان مبارک ان عظیم دلائل میں سے ایک ہے جو کلمہ "لَاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" کے معنیٰ و مفہوم کو صحیح طور پر واضح کرتے ہیں کہ محض زبان سے اس کلمہ کو ادا کر لینے اور اس کے معنیٰ کی معرفت حاصل کر لینے، اقرار کر لینے اور اکیلے اللہ کو بغیر شریک ٹھہرائے پکار لینے سے مال و جان کو تحفظ نہیں مل جاتا بلکہ مال و جان کو تحفظ اسی وقت ہی مل سکتا ہے جب اس کے ساتھ ساتھ معبودان باطلہ کا انکار بھی کیا جائے۔ یاد رہے کہ اگر کسی نے ان باتوں میں سے کسی ایک میں بھی ذرا سا شک یا توقف کیا تو اس کی جان اور مال کو تحفظ و امان حاصل نہ ہو سکے گا۔ غور کریں یہ مسئلہ کس قدر اہم، عظیم اور کس قدر واضح ہے اور مخالفین کے خلاف کتنی بڑی دلیل ہے۔

باب:٦

رفع بلاء اور دفع مصائب کے لیے چھلے پہننا اور دھاگے وغیرہ باندھنا شرک ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَٰشِفَٰتُ ضُرِّهِۦٓ أَوْ أَرَادَنِى بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَٰتُ رَحْمَتِهِۦ ۚ قُلْ حَسْبِىَ ٱللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ ٱلْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٣٨﴾ ﴾ (الزمر٣٩/ ٣٨)

"(اے محمد ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجیے: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو اللہ کے علاوہ تم جن کو پکارتے ہو کیا وہ اس ضرر کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا مجھ پر اللہ مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیجیے: مجھے تو اللہ ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رأى رَجُلاً فِي يَدِهِ حَلْقَةٌ مِّنْ صُفْرٍ فَقَالَ: مَا هٰذِهِ؟ قَالَ: مِنَ الْوَاهِنَةِ، فَقَالَ: انْـزِعْهَا فَإِنَّهَا لاَ تَزِيدُكَ إِلاَّ وَهْنًا، فَإِنَّـكَ لَوْ مُتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا»(مسند أحمد: ٤/ ٤٤٥ وسنن ابن ماجه، الطب، باب تعليق التمائم، ح: ٣٥٣١)

"نبی ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں پیتل کا چھلا دیکھا تو پوچھا: "یہ کیا ہے؟" اس نے کہا میں نے یہ واھنہ (ایک مرض) کی وجہ سے پہنا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اسے اتار دو۔ (اس لیے کہ یہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا) تمہاری بیماری میں مزید اضافہ ہی کرے گا۔ اگر تمہیں یہ چھلا پہنے ہوئے موت آ گئی تو کبھی نجات نہ پا سکو گے۔"

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعویذ گنڈا کے بارے میں فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلاَ أَتَمَّ اللهُ لَهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلاَ وَدَعَ اللهُ لَهُ»(مسند أحمد: ٤/ ١٥٤)

"جس نے (بیماری سے تحفظ کے لیے) کوئی تمیمہ (تعویذ' منکاوغیرہ) لٹکایا' اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے۔ اور جس نے سیپ باندھی اللہ تعالیٰ اسے بھی آرام اور سکون نہ دے۔"

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ»(مسند أحمد: ٤/١٥٦)

"جس نے (بیماری سے تحفظ کی نیت سے) تمیمہ (تعویذ' منکاوغیرہ) لٹکایا اس نے شرک کیا۔"

ابن ابی حاتم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہے:

«أَنَّهُ رأَى رَجُلاً فِي يَدِهِ خَيْطٌ مِّنَ الْحُمَّى فَقَطَعَهُ»(ذكره ابن كثير في التفسير: ٤/ ٣٤٢)

"انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں بخار سے تحفظ کے لیے دھاگا بندھا ہوا دیکھا تو انہوں نے اسے کاٹ ڈالا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴾ (يوسف١٢/١٠٦)

"اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہیں۔"

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۷/ ۱۲۰۴۰)

مسائل

① (بیماری سے تحفظ کی نیت سے) چھلا پہننا اور دھاگہ وغیرہ باندھنا سخت منع ہے۔

② اگر صحابی بھی اس نیت سے کوئی چیز پہنے' باندھے یا لٹکائے اور اسی حال میں فوت ہو جائے تو فلاح نہ پائے۔ حدیث میں صحابہ کرام کے اس موقف کے لیے شاہد بھی موجود ہے وہ کہا کرتے تھے: شرک اصغر' کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

③ جہالت کے سبب بھی ان اعمال کے مرتکب کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

④ یہ چیزیں دنیا میں بھی مفید نہیں بلکہ مضر ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا "یہ تیری بیماری کو مزید بڑھائے گا۔"

⑤ ایسی چیزیں استعمال کرنے والے کو سختی سے روکنا چاہیے۔

⑥ جو شخص، کوئی چیز باندھے یا لٹکائے تو وہ اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

⑦ تمیمہ (تعویذ، منکا وغیرہ) لٹکانا بھی شرک ہے۔

⑧ بخار کی وجہ سے دھاگہ وغیرہ باندھنا بھی شرک ہے۔

⑨ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر سورۂ یوسف کی آیت تلاوت کرنا یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرک اکبر کی آیات کو شرک اصغر کی تردید میں پیش کیا کرتے تھے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے۔

⑩ نظرِ بد سے بچاؤ کے لیے سیپ باندھنا بھی شرک ہے۔

⑪ (بیماریوں سے تحفظ کے لیے) تمیمہ (تعویذ، منکا وغیرہ) لٹکانے والے اور سیپ وغیرہ باندھنے والے کے لیے بد دعا کی جا سکتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے اور اسے آرام نہ دے۔"

باب: ۷

دم اور تعویذات کا بیان

حضرت ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَأَرْسَلَ رَسُولاً أَنْ لاَ يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلاَدَةٌ مِّنْ وَتَرٍ -أَوْ قِلاَدَةٌ-إِلاَّ قُطِعَتْ»

(صحيح البخارى، الجهاد، باب ما قيل في الجرس ونحوه في أعناق الإبل، ح:٣٠٠٥ وصحيح مسلم، اللباس، باب كراهة قلادة الوتر في رقبة البعير، ح:٢١١٥)

"وہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کسی سفر میں تھے کہ آپ نے ایک قاصد کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا ہار یا کوئی اور ہار نہ رہنے دیا جائے بلکہ اسے کاٹ دیا جائے۔"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ» (مسند أحمد: ١/ ٣٨١ وسنن أبي داود، الطب، باب تعليق التمائم، ح: ٣٨٨٣)

"بلاشبہ جھاڑ پھونک (دم)، تعویذ گنڈے اور باہمی عشق و محبت پیدا کرنے کے لیے تیار کی جانے والی چیزیں، یہ سب شرک ہیں۔"

اس حدیث میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ "التَّمَائِم اور الرُّقٰی، التِّوَلة" "اَلتَّمَائِم" سے مراد ہر وہ چیز ہے جو بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے ان کے گلے میں یا جسم کے کسی اور حصے پر لٹکائی یا باندھی جاتی ہے۔ (یہ شرک ہے) لیکن جب وہ چیز قرآنی آیات پر مشتمل ہو (یعنی قرآنی تعویذ ہو) تو بعض صحابہ کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے ناجائز۔ انھی (ناجائز قرار دینے والوں) میں سے ایک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

"اَلرُّقٰی" سے مراد وہ اعمال ہیں جنہیں منتر' جھاڑ پھونک اور دم کہا جاتا ہے (یہ بھی شرک ہے) لیکن شرعی دلیل نے وضاحت کردی کہ جس دم میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں وہ جائز ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے نظربد اور زہریلے جانور کے ڈسنے پر دم کی رخصت اور اجازت فرمائی ہے۔

"اَلتِوَلَة" سے مراد وہ چیز ہے جسے مشرکین اس نظریے اور اعتقاد سے بناتے اور تیار کرتے تھے کہ یہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور سبب ہے۔

عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ»(مسند أحمد: ٤/ ٣١٠، ٣١١ وجامع الترمذي، الطب، باب ما جاء في كراهية التعليق، ح: ٢٠٧٢)

"جو شخص کوئی چیز (گلے وغیرہ میں) لٹکائے تو اسے اسی کے سپرد کردیا جاتا ہے۔"

رویفع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

«يَا رُوَيْفِعُ! لَعَلَّ الْحَيَاةَ تَطُولُ بِكَ، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوِ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا بَرِيءٌ مِّنْهُ» (مسند أحمد: ٤/ ١٠٨، ١٠٩ وسنن أبي داود، الطهارة، باب ما ينهى عنه أن يستنجى به ح: ٣٦)

"اے رویفع! شاید تم دیر تک زندہ رہو۔ تم لوگوں کو بتادینا کہ جس شخص نے ڈاڑھی کو گرہ لگائی یا (جانور کے) گلے میں تانت ڈالی یا جانور کے گوبر یا ہڈی کے ساتھ استنجا کیا تو بلاشبہ محمد (ﷺ) اس سے بری اور بے زار ہے۔"

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے منقول ہے' وہ فرماتے ہیں:

«مَنْ قَطَعَ تَمِيْمَةً مِّنْ إِنْسَانٍ كَانَ كَعِدْلِ رَقَبَةٍ»(المصنف لابن أبي شيبة، ح: ٣٥٢٤)

"جس شخص نے کسی کی گردن سے تمیمہ (تعویذ) کاٹ پھینکا' اسے ایک گردن (غلام) آزاد کرنے کے برابر ثواب ہو گا۔"

اور وکیع رحمۃ اللہ علیہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

«كَانُوا يَكْرَهُونَ التَّمَائِمَ كُلَّهَا مِنَ الْقُرْآنِ وَغَيْرِ الْقُرْآنِ»(المصنف لابن أبي شيبة، ح:٣٥١٨)

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد، قرآنی اور غیر قرآنی ہر قسم کے تمائم (تعویذات) کو ناپسند سمجھتے تھے۔"

مسائل

① اس تفصیل سے دم اور تعویذات کی وضاحت ہوئی۔
② "تِوَلَه" کا مفہوم بھی واضح ہوا۔
③ غیر شرعی دم، تمیمہ اور تولہ تینوں شرک ہیں۔
④ نظر بد اور زہریلے کیڑوں کے کاٹے کا غیر شرکیہ دم ممنوع نہیں۔
⑤ قرآنی تعویذات کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں۔ بعض نے انہیں جائز اور بعض نے ناجائز قرار دیا ہے۔
⑥ نظر بد سے تحفظ کی خاطر جانوروں کے گلے میں تانت باندھنا بھی شرک ہے۔
⑦ تانت باندھنے والے پر شدید وعید وارد ہوئی ہے۔
⑧ کسی کے گلے میں باندھے ہوئے تعویذ کو کاٹ پھینکنے کا ثواب اور اس کی فضیلت بھی عیاں ہو رہی ہے۔
⑨ ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اہل علم کے مذکورہ بالا اختلاف کے منافی نہیں، کیونکہ ان کے کلام سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب یعنی شاگرد مراد ہیں۔

باب : ۸

جو شخص کسی درخت یا پتھر وغیرہ کو متبرک سمجھے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلْأُخْرَىٰٓ ﴿٢٠﴾ ﴾ (النجم۵۳/ ۱۹۔۲۰)

”بھلا تم نے کبھی لات، عزیٰ اور تیسری گھٹیا و حقیر دیوی منات کے بارے میں بھی غور کیا ہے۔“

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کی طرف جا رہے تھے ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ (راستے میں) مشرکین کی ایک بیری تھی۔ وہ (عظمت اور برکت کے خیال سے) اس کے پاس آ کر ٹھہرتے اور (برکت کے لیے) اپنے ہتھیار بھی اس پر لٹکایا کرتے تھے۔ اس کا نام ”ذات انواط“ تھا۔ چلتے چلتے ایک بیری کے پاس سے ہمارا گزر ہوا تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! جیسے ان مشرکین کا ”ذات انواط“ ہے۔ آپ ہمارے لیے بھی ایک ”ذات انواط“ مقرر فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ! إِنَّهَا السُّنَنُ، قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسٰى: ﴿ ٱجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ﴾ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ» (جامع الترمذي، الفتن، باب ما جاء لتركبن سنن من كان قبلكم، ح: ۲۱۸۰ ومسند أحمد: ۵/ ۲۱۸)

”اللہ اکبر! یہی تو (گمراہی اور سابقہ قوموں کے) راستے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے تو وہی بات کی جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ: (اے موسیٰ!) جیسے ان (بت پرستوں) کے معبود ہیں، آپ ہمارے لیے

بھی ایک معبود مقرر کر دیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم بھی پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔"

مسائل

① "سورۃ النجم" کی آیت ۱۹-۲۰ کی تفسیر واضح ہوئی۔

② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے "ذات انواط" مقرر کرنے کے مطالبہ کی صحیح توجیہ بھی معلوم ہوئی کہ وہ صرف تبرک کی خاطر "ذات انواط" مقرر کرانا چاہتے تھے۔ ان کا مقصود اسے معبود بنانا نہ تھا۔

③ واضح رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اس خواہش کا محض اظہار کیا تھا۔ اسے عملی جامہ نہیں پہنایا تھا۔

④ اور اس سے ان کا مقصود قرب الٰہی کا حصول ہی تھا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے (مگر حقیقت میں ان کی یہ بات درست نہ تھی)۔

⑤ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی عظیم ہستیوں پر شرک کی یہ قسم مخفی رہی تو عام لوگوں کا اس سے ناواقف یا نابلد رہنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

⑥ (اسلام میں سبقت کے باعث) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو نیکیوں اور بخشش کے وعدے کیے گئے ہیں وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہو سکتے۔

⑦ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو معذور نہ جانا بلکہ آپ نے ان کی تردید کرتے ہوئے معاملے کی سنگینی ان تین جملوں میں بیان کی۔ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ! اِنَّهَا السُّنَنُ - لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ" "اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہی تو گمراہی کے راستے ہیں۔ تم پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔"

⑧ سب سے اہم بات جو اصل مقصود ہے وہ نبی کریم ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ فرمانا کہ "تمہارا مطالبہ اور تمہاری فرمائش بھی بنی اسرائیل جیسی ہے۔" بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ "اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کر، جس طرح ان کے معبود ہیں۔" تو تم نے بھی ویسا مطالبہ کر دیا۔

(۹) اس قسم کے مقامات کو متبرک اور مقدس نہ سمجھنا بھی توحید اور کلمۂ توحید کا تقاضا ہے۔ یہ ایک انتہائی دقیق اور پوشیدہ بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ (بعض) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کا ادراک نہ کر سکے۔

(۱۰) فتویٰ دیتے ہوئے فتویٰ پر قسم اٹھانا جائز ہے جبکہ بلا مقصد اور بلا مصلحت قسم اٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہ تھی۔

(۱۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذات انواط کے مطالبہ کے باوجود انہیں مرتد نہیں سمجھا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ (تبرک) میں شرک بڑا بھی ہوتا ہے اور چھوٹا بھی۔

(۱۲) ابو واقد رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ "اس وقت ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔" اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس مسئلہ کا علم تھا کہ ایسا کرنا درست نہیں۔

(۱۳) اظہار تعجب کے موقع پر "اللہ اکبر" کہنا جائز ہے۔ اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔

(۱۴) شرک و بدعت کے تمام اسباب و ذرائع کا سدباب کرنا ضروری ہے۔

(۱۵) اہل جاہلیت سے مشابہت کرنا جائز نہیں۔

(۱۶) دوران تعلیم و تدریس کسی شاگرد کی غلطی پر ناراضی کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

(۱۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "اِنَّهَا السُّنَنُ" فرما کر عمومی اصول بیان فرما دیا۔

(۱۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "تم لوگ پہلی امتوں (یہود و نصاریٰ) کے طریقوں پر چلو گے۔" یہ حدیث آپ کی علامات نبوت میں سے ہے کیونکہ آج کل ایسا ہی ہو رہا ہے۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن کاموں اور باتوں پر یہود و نصاری کی مذمت فرمائی ہے وہ دراصل ہمیں تنبیہ ہے تاکہ ہم ان کاموں سے بچ کر رہیں۔

(۲۰) اہل علم کے ہاں یہ اصول طے ہے کہ عبادات کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر پر ہے۔ اپنی مرضی یا خواہش سے کوئی عبادت مقرر نہیں کی جا سکتی۔ اس سے قبر کے سوالات پر تنبیہ ہے کہ قبر میں پہلا سوال یہ ہو گا کہ "تیرا رب کون ہے؟" یہ تو

واضح ہے البتہ دوسرا سوال ''تیرا نبی کون ہے؟'' اس کا تعلق امور غیبیہ سے ہے اور تیسرا سوال کہ ''تیرا دین کیا ہے؟'' اس پر آیت ''اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا'' دلالت کرتی ہے۔

(۲۱) اہل کتاب کے طور طریقے بھی اسی طرح مذموم ہیں جیسے مشرکین کا مذہب اور ان کے طور اطوار مذموم ہیں۔

(۲۲) جو شخص نیا نیا مسلمان ہوا ہو اس کے دل میں دورِ کفر و جاہلیت کی عادات و اطوار کا پایا جانا بعید از قیاس نہیں۔ جیسا کہ پیش نظر واقعہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس قول سے واضح ہے کہ ہمارا زمانہ کفر ابھی نیا نیا گزرا تھا یعنی ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔

باب : ۹

غیراللہ کے لیے جانور ذبح کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ ﴾ (الأنعام٦/ ١٦٢-١٦٣)

"کہہ دیجیے! بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت، اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس کا سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ ﴾ (الکوثر١٠٨/ ٢)

"پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی دو۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چار باتیں ارشاد فرمائیں:

«لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ آوٰى مُحْدِثًا، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الأَرْضِ»(صحيح مسلم، الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله، ح:١٩٧٨)

① "جو شخص غیراللہ کے لیے جانور ذبح کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

② جو شخص اپنے والدین پر لعنت کرے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

③ جو شخص کسی بدعتی کو پناہ دے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

④ اور جو شخص حدود زمین کے نشانات کو بدلے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔"

اسی مسئلہ کی بابت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِي ذُبَابٍ، وَدَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِي ذُبَابٍ،

قَالُوا: وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَرَّ رَجُلَانِ عَلٰى قَوْمٍ لَهُمْ صَنَمٌ لاَ يَجُوزُهُ أَحَدٌ حَتَّى يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئًا، فَقَالُوا لأَحَدِهِمَا قَرِّبْ، قَالَ: لَيْسَ عِنْدِي شَيْءٌ أُقَرِّبُ، قَالُوا لَهُ: قَرِّبْ، وَلَوْ ذُبَابًا، فَقَرَّبَ ذُبَابًا فَخَلَّوْا سَبِيلَهُ، فَدَخَلَ النَّارَ، وَقَالُوا لِلآخَرِ: قَرِّبْ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لأُقَرِّبَ لأَحَدٍ شَيْئًا دُونَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ، فَضَرَبُوا عُنُقَهُ، فَدَخَلَ الْجَنَّةَ»(أخرجه أحمد في كتاب الزهد وأبونعيم في الحلية: ١/ ٢٠٣ كلاهما موقوفًا على سلمان الفارسي)

"ایک شخص ایک مکھی کی وجہ سے جنت میں چلا گیا اور ایک شخص ایک مکھی ہی کی وجہ سے جہنم میں جا پہنچا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: "دو آدمیوں کا ایک قوم پر گزر ہوا جس کا ایک بت تھا۔ وہ کسی کو وہاں سے چڑھاوا چڑھائے بغیر گزرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ان لوگوں نے ان میں سے ایک سے کہا: چڑھاوا چڑھاؤ۔ اس نے کہا: میرے پاس چڑھاوے کے لیے کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا: تمہیں یہ کام ضرور کرنا ہوگا' خواہ ایک مکھی ہی چڑھاؤ۔ اس نے ایک مکھی کا چڑھاوا چڑھا دیا۔ ان لوگوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور اسے آگے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ اس مکھی کے سبب جہنم میں جا پہنچا۔ انہوں نے دوسرے سے کہا: تم بھی کوئی چڑھاوا چڑھاؤ تو اس نے کہا: میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے واسطے کوئی چڑھاوا نہیں چڑھا سکتا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور وہ سیدھا جنت میں جا پہنچا۔"

مسائل

① اس باب سے آیت ﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ ..... ﴾ کی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔
② آیت ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ کی تفسیر بھی معلوم ہوتی ہے۔
③ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے غیراللہ کے لیے ذبح کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

④ حدیث میں ہے کہ "اپنے والدین پر لعنت کرنے والا لعنتی ہے۔" اس سے یہ ماخوذ ہوتا ہے کہ اگر تم کسی کے والدین پر لعنت کرو گے تو وہ تمہارے والدین پر لعنت کرے گا۔ اس طرح تم خود اپنے والدین پر لعنت کا سبب بنو گے۔

⑤ حدیث میں ہے کہ "جو شخص کسی بدعتی کو پناہ دے' وہ ملعون ہے۔" اس حدیث میں بدعتی سے مراد ایسا شخص ہے جس پر بدعت کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا واجب ہو اور وہ اس سے بچنے کے لیے کسی کی پناہ ڈھونڈ رہا ہو۔

⑥ "جو شخص حدود زمین کے نشانات و علامات کو آگے پیچھے کر کے بدل ڈالے' وہ بھی لعنتی ہے۔" اس سے ایسے نشانات مراد ہیں جو زمین کے دو مالکوں کی حدود ملکیت کو متعین کرتے ہوں اور ان نشانات کو بدلنے سے پڑوسیوں کا حق مارنا مقصود ہو۔

⑦ کسی متعین شخص پر اور عمومی طور پر گناہ گار لوگوں پر کسی کا نام لیے بغیر لعنت کرنے میں فرق ہے۔

⑧ ایک حقیر سی چیز مکھی کا چڑھاوا چڑھانے کے سبب ایک آدمی کے جہنم میں جانے کا واقعہ بڑا عبرت ناک ہے۔

⑨ صرف ایک مکھی کا چڑھاوا چڑھانے والا جہنم رسید ہوا حالانکہ (بظاہر) اس کا مقصد شرک کرنا نہ تھا بلکہ اس نے محض اپنی جان بچانے کی خاطر ایسا کیا تھا۔

⑩ اہل ایمان کی نظر میں شرک اس قدر سنگین جرم ہے کہ اس مومن نے قتل ہونا گوارا کر لیا' لیکن اہل صنم کا مطالبہ پورا نہ کیا' حالانکہ انہوں نے اس سے صرف ظاہری طور پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔

⑪ شرک کا ارتکاب کر کے جہنم میں جانے والا شخص مسلمان تھا۔ اگر وہ کافر ہوتا تو آپ یوں نہ فرماتے کہ "وہ ایک مکھی کی وجہ سے جہنم میں گیا۔"

⑫ اس حدیث سے ایک دوسری صحیح حدیث کی بھی تائید ہوتی ہے' جس میں نبی ﷺ نے فرمایا:

«الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ» (صحیح

البخاري، الرقاق، باب الجنة أقرب إلى أحدكم من شراك نعله والنار مثل ذلك، ح:٦٤٨٨)

"جنت اور جہنم تم میں سے ہر ایک کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

⑬ بت پرستوں سمیت ہر ایک کے نزدیک قلبی عمل سب سے زیادہ اہم اور مقصود اعظم ہوتا ہے۔

باب : ۱۰

جہاں غیراللہ کے نام پر ذبح کیا جاتا ہو وہاں اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنا جائز نہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾ ﴾

(التوبة٩/ ١٠٨)

(اے نبی!) ''آپ کبھی اس (مسجد ضرار) میں (عبادت کے لیے) کھڑے نہ ہوں، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روز اول ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ زیادہ موزوں ہے کہ آپ اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کو بھی صفائی اور پاکیزگی اختیار کرنے والے لوگ ہی پسند ہیں۔''

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«نَذَرَ رَجُلٌ أَنْ يَّذْبَحَ إِبِلاً بِبُوَانَةَ فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِّنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لاَ، قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوا: لاَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لاَ وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَلاَ فِيمَا لاَ يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ»(سنن أبي داود، الأيمان، باب ما يؤمر به من وفاء النذر، ح: ٣٣١٣ والسنن الكبرى للبيهقي، ح: ١٠/ ٨٣)

''ایک آدمی نے بوانہ کے مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، اس کے متعلق اس

نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: کیا وہاں دور جاہلیت کے کسی بت کی پوجا ہوتی تھی؟ صحابہ نے کہا: نہیں۔ آپ نے مزید پوچھا: کیا وہاں مشرکین کا کوئی تہوار ہوتا تھا؟ صحابہ نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کر لو۔ یاد رکھو! جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے متعلق ہو یا انسان کے تصرف و اختیار میں نہ ہو' اسے پورا کرنا ہرگز جائز نہیں۔"

مسائل

① آیہ مبارکہ ﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا﴾ کی تفسیر معلوم ہوئی۔

② بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا نافرمانی زمین پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

③ کوئی مشکل مسئلہ سمجھانے کے لیے صورت مسئلہ کو اچھی طرح واضح کرنا چاہیے تاکہ کسی قسم کا کوئی اشکال نہ رہ جائے۔

④ مفتی' سائل سے حسب ضرورت متعلقہ تفاصیل اور وضاحتیں طلب کر سکتا ہے۔

⑤ منت اور نذر کے لیے کسی خاص مقام کو مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔

⑥ جس مقام پر کوئی "وثن" (بت) ہو وہاں نذر پوری کرنا یا کوئی دوسری عبادت بجا لانا منع ہے' خواہ اب بت وغیرہ وہاں سے ختم کر دیا گیا ہو۔

⑦ مشرکین کا جہاں کوئی میلہ یا تہوار منایا جاتا ہو وہاں پر بھی نذر پوری نہیں کی جا سکتی خواہ اب وہ سلسلہ بند ہی ہو چکا ہو۔

⑧ اگر کسی نے مشرکین کے بت یا تہوار والی جگہ کی نذر مانی ہو تو اسے پورا کرنا جائز نہیں' کیونکہ یہ نافرمانی کی نذر ہے جو کہ ناجائز ہے۔

⑨ مشرکوں کے تہواروں میں شریک ہو کر ان کی مشابہت سے بچنا چاہیے اگرچہ ان کی مشابہت کا قصد و ارادہ نہ ہو۔

⑩ جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مشتمل ہو' وہ باطل ہے۔

⑪ جو کام انسان کی ملکیت اور اختیار میں نہ ہو' اس کی نذر ماننا بھی ناجائز اور غلط ہے۔

باب : ۱۱

غیراللہ کی نذر و نیاز شرک ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴾ (الدهر ٧٦/ ٧)

"یہ لوگ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے کہ جس کی سختی پھیل رہی ہو گی، خوف رکھتے ہیں۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُهُۥ ﴾

(البقرة٢/ ٢٧٠)

"اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو یا جو بھی نذر مانو، اللہ اسے جانتا ہے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللهَ فَلاَ يَعْصِهِ»(صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب النذر في الطاعة. الخ، ح:٦٦٩٦، ٦٧٠٠ وسنن أبي داود، الأيمان والنذور، باب النذر في المعصية، ح:٣٢٨٩)

"جو کوئی اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔"

مسائل

① اطاعت والی نذر کو پورا کرنا ضروری ہے۔

② جب یہ ثابت ہو چکا کہ نذر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو پھر اسے غیراللہ کے لیے ماننا اور پورا کرنا شرک ہے۔

③ اور جو نذر اللہ اور اس کے رسول کی معصیت پر مبنی ہو اسے پورا کرنا جائز نہیں۔

باب : ۱۲

غیراللہ سے پناہ مانگنا شرک ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝٦ ﴾

(الجن۷۲/٦)

''اور بعض لوگ جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے تو اس طرح وہ (جنات) سرکشی میں اور بڑھ گئے۔''

خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی جگہ قیام کرے اور یہ دعا پڑھ لے:

«أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب في التعوذ من سوء القضاء، ح:۲۷۰۸ وجامع الترمذي، الدعوات، باب ما جاء ما يقول إذا نزل منزلا، ح:۳٤۳۷)

''میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔''

تو اس کے وہاں سے روانہ ہونے تک کوئی چیز اسے ضرر نہ پہنچا سکے گی۔

مسائل

① اس باب سے سورۃ الجن کی آیت نمبر٦ کی تفسیر ہوئی۔

② غیراللہ کی پناہ لینا شرک ہے۔

③ اس دعا سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات (کلام) مخلوق نہیں۔ اگر یہ کلمات مخلوق ہوتے تو ان کی پناہ طلب نہ کی جاتی کیونکہ مخلوق سے پناہ طلب

کرنا شرک ہے۔

④ اس حدیث سے مذکورہ دعا کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے' اگرچہ یہ مختصر سی ہے۔

⑤ کسی سے دنیوی فائدہ کا حاصل ہو جانا مثلاً کسی شر سے تحفظ یا کسی منفعت کا حاصل ہو جانا' یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عمل جائز ہی ہے (بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ عمل شرک بھی ہو)

باب : ۱۳

غیراللہ سے فریاد کرنا یا اسے پکارنا شرک ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۰۶-۱۰۷)

"اور تم اللہ کو چھوڑ کر کسی کو مت پکارو جو تمہیں فائدہ پہنچا سکے نہ نقصان' اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں (یعنی مشرکوں) میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اگر اللہ تمھیں کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ تمھارے ساتھ بھلائی کرنا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روک نہیں سکتا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہی بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔"

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَٱبْتَغُوا۟ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ وَٱعْبُدُوهُ وَٱشْكُرُوا۟ لَهُۥٓ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾ ﴾ (العنکبوت۲۹/ ۱۷)

"تم اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو وہ تمھیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ پس اللہ ہی سے رزق طلب کرو۔ اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر بجالاؤ۔ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

مزید ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَآئِهِمْ غَٰفِلُونَ ﴿٥﴾ وَإِذَا حُشِرَ ٱلنَّاسُ كَانُوا۟ لَهُمْ أَعْدَآءً وَكَانُوا۟ بِعِبَادَتِهِمْ

كَٰفِرِينَ ﴿٦﴾ ﴾ (الأحقاف٤٦/ ٥-٦)

"اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک (اس کی پکار سن کر) اسے جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے غافل اور بے خبر ہیں اور قیامت کو جب تمام انسان جمع کیے جائیں گے تو اس وقت وہ ان پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے۔ اور ان کی پرستش کا انکار کریں گے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ ﴾ (النمل٢٧/ ٦٢)

"جب کوئی لاچار فریاد کرے تو کون ہے جو اس کی پکار اور فریاد کو سنے؟ کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے؟ اور کون ہے جو تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے۔ تو بھلا اللہ کے ساتھ اور بھی کوئی معبود ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو"

اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے باسند بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک منافق مومنوں یعنی صحابہ کرام کو بہت ایذائیں دیا کرتا تھا۔ صحابہ نے مشورہ کیا کہ چلو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے گلو خلاصی کے لیے استغاثہ کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "دیکھو! مجھ سے فریاد نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ فریاد و پکار صرف اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے۔" (مجمع الزوائد:159/10)

مسائل

① دعا (پکارنا) عام ہے اور استغاثہ (فریاد کرنا) خاص۔ پس استغاثہ کے بعد دعا کا ذکر کرنا "عَطْفُ الْعَامِّ عَلَى الْخَاص" کے قبیل سے ہے۔

② آیت مبارکہ ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ﴾ کی بھی تفسیر ہوئی۔

③ غیراللہ کو پکارنا اور اس سے فریاد کرنا شرک اکبر ہے۔

④ نیز ثابت ہوا کہ اگر کوئی انتہائی برگزیدہ بندہ بھی غیراللہ کو راضی کرنے کے لیے ان سے فریاد کر لے تو وہ بھی ظالموں میں سے ہو گا۔

⑤ اس باب سے "وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" سے بعد والی آیت ﴿وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ﴾ کی بھی تفسیر معلوم ہوئی۔

⑥ غیراللہ کو پکارنا دنیا میں کچھ نفع بخش نہیں اور پھر یہ کفر بھی ہے۔

⑦ تیسری آیۂ مبارکہ ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَاللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ کی بھی تفسیر ہوئی۔

⑧ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے سے روزی مانگنا ایسے ہی ناجائز ہے جیسے اس کے سوا کسی دوسرے سے جنت مانگنا ناجائز اور حرام ہے۔

⑨ اس بحث سے چوتھی آیہ مبارکہ ﴿وَمَنْ اَضَلُّ﴾ کی تفسیر بھی ہوتی ہے۔

⑩ جو شخص کسی غیراللہ کو پکارے یا اس سے فریاد کرے تو اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں۔

⑪ جن (غیراللہ) کو پکارا جاتا ہے وہ تو پکارنے والے کی پکار سے بے خبر ہیں۔

⑫ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارا جاتا ہے وہ اس پکار کے سبب قیامت کے دن ان پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے۔

⑬ غیراللہ کو پکارنا درحقیقت ان کی عبادت ہے۔

⑭ جن کو پکارا جاتا ہے وہ قیامت کے دن ان کی عبادت اور پکار کا انکار کریں گے۔

⑮ ان امور کی وجہ ہی سے انسان سب سے زیادہ گمراہ کہلاتا ہے۔

⑯ اس باب سے آیہ ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ کی بھی تفسیر ہوتی ہے۔

⑰ حیران کن بات یہ ہے کہ بتوں کے پجاری بھی اعتراف کرتے ہیں کہ پریشان و لاچار کی پکار کو صرف اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور وہی نجات دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشکلات میں وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔

⑱ نبی کریم ﷺ نے مکمل طور پر گلشن توحید کی حفاظت فرمائی اور امت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ادب و احترام ملحوظ رکھنا چاہئے اس کی تعلیم بھی آپ نے دی۔

باب : ۱۴

بے اختیار کو پکارنا شرک ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ ﴾ (الأعراف ٧/ ١٩١-١٩٢)

"کیا وہ ان کو اللہ کے شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے حالانکہ وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں۔ اور وہ نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ہی۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾ ﴾ (فاطر ٣٥/ ١٣-١٤)

"اور تم اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ تو کھجور کی ایک گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ تم اگر ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور اگر بہ فرض محال سن بھی لیں تو تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔ اور اللہ خبیر کی طرح تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«شُجَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ، فَقَالَ: كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ؟ فَنَزَلَتْ: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾» (صحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة أحد، ح: ١٧٩١ ومسند أحمد: ٣/ ٩٩، ١٧٨)

"نبی کریم ﷺ غزوۂ احد میں زخمی ہو گئے اور آپ کا ایک اگلا رباعی دانت توڑ دیا گیا جس پر آپ نے فرمایا: "وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کر

دیا ہے۔" تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ (اے نبی ﷺ !)"اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔"

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے نماز فجر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھایا تو "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ' رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کے بعد فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلاَنًا وَّفُلاَنًا»(صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالٰى ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾ ٤٠٦٩، ٤٥٥٩ ومسند أحمد: ٢/ ١٤٧)

"یا اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت فرما۔"

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ﴾ (آل عمران٣/ ١٢٨)

(اے نبی ﷺ !)"اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔"

اور ایک روایت میں ہے:

«يَدْعُو عَلٰى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، فَنَزَلَتْ: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ ﴾ (صحيح البخاري، المغازي، باب ليس لك من الأمر . . . ، ح: ٤٠٧٠)

"آپ صفوان بن امیہ ' سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے لیے بد دعا کر رہے تھے ' تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے پیغمبر! اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔"

صحیح بخاری ہی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبیِ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

«﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾ ﴾ (الشعراء٢٦/ ٢١٤)

"اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔" تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ! أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، اِشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ، لاَ أُغْنِي عَنْكُمْ مِّنَ اللهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لاَ أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا، يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللهِ لاَ أُغْنِي عَنْكِ مِنَ

اللهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ، سَلِينِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتِ، لاَ أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا»(صحيح البخاري، الوصايا، باب هل يدخل النساء والولد في الأقارب، ح: ٢٧٥٣ ومسند أحمد: ٢/ ٣٦٠)

"اے جماعت قریش! یا اس طرح کا کوئی لفظ فرمایا' جنت کے عوض اپنی جانوں کا سودا کرلو' اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میری پھوپھی صفیہ! اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میری بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا۔"

مسائل

① اس باب میں سورۃ الاعراف اور سورۂ فاطر کی مذکورہ آیات کی تفسیر ہے جن میں کسی بھی بے اختیار کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔

② غزوۂ احد کا (مختصر سا) تذکرہ ہے۔

③ ثابت ہوا کہ سید المرسلین ﷺ نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے اور آپ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آمین کہا کرتے تھے۔

④ جن لوگوں پر بد دعا کی جا رہی تھی وہ بلاشبہ کافر تھے۔

⑤ ان کفار نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایسی بدسلوکی کی تھی اور آپ کو ایسی ایذائیں دی تھیں کہ دیگر کفار نے ایسا نہ کیا تھا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کو زخمی کرنا' آپ کے قتل کے درپے ہونا اور مسلمان شہداء کا مثلہ کرنا' حالانکہ وہ (شہداء) ان کفار کے عم زاد اور رشتہ دار بھی تھے۔ انہوں نے اس رشتے کا بھی لحاظ نہ کیا۔

⑥ اس کے باوجود ان کفار کی اس بدسلوکی اور نبی کریم ﷺ کی ان کے خلاف بد دعاء کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ کہ اے پیغمبر ﷺ! "اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔"

⑦ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: ﴿ اَو یَتُوبَ عَلَیۡهِم اَو یُعَذِّبَهُمۡ ﴾ کہ "اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے وہ انھیں معاف کر دے یا عذاب دے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا اور وہ ایمان لے آئے۔

⑧ نزول حوادث کے موقع پر قنوت نازلہ پڑھنے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

⑨ نماز میں جن لوگوں پر بد دعا کی جائے ان کا اور ان کے آباء و اجداد کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔

⑩ قنوت نازلہ میں کسی مخصوص آدمی کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔

⑪ ﴿ وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴾ کے نزول کے موقع پر آپ کا اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلا کر ایک ایک کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے اور اپنی اپنی نجات کی فکر کرنے کا بھی اس باب میں بیان ہے۔

⑫ جب نبی کریم ﷺ نے توحید کی دعوت دی تو نبی ﷺ کو "مجنون" کہا گیا۔ اسی طرح آج بھی اگر کوئی توحید کی دعوت دے تو اسے بھی اسی قسم کی باتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

⑬ نبی کریم ﷺ نے اپنے قریبی اور دور کے رشتہ داروں سے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا۔ حتیٰ کہ نبی ﷺ نے یہی بات اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بھی بالصراحت فرما دی۔ نبی ﷺ سید المرسلین ہونے کے باوجود اپنی لخت جگر اور سیدہ نساء العالمین سے فرما رہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا۔

اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ نبی ﷺ کی زبان مبارک سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔ ان صراحتوں کی روشنی میں آج کل کے حالات پر غور کیا جائے کہ اس غلط فہمی (کہ اللہ کے ہاں انبیاء اور صالحین کچھ کام آ سکتے ہیں) میں عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی مبتلا ہیں، تو توحید کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور یہ بھی عیاں ہو جاتا ہے کہ آج کل لوگ دین سے کس قدر دور ہیں۔

باب : ۱۵

فرشتوں پر اللہ تعالیٰ کی وحی کا خوف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُۥ ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا۟ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا۟ ٱلْحَقَّ ۖ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾ ﴾ (سبأ ٣٤/ ٢٣)

"جب ان فرشتوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ (اللہ کے مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ اس نے حق فرمایا ہے اور وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا قَضَى اللهُ الأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ، يَنْفُذُهُمْ ذٰلِكَ، ﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا۟ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا۟ ٱلْحَقَّ ۖ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾ ﴾ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ، وَصَفَهُ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ، فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ، ثُمَّ يُلْقِيهَا الآخَرُ إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ، حَتَّى يُلْقِيَهَا عَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَهُ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا، وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا؟ فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ»(صحيح البخارى، التفسير، باب قوله تعالٰى حتى إذا فزع عن قلوبهم، ح: ٤٨٠٠)

"جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کی حکم برداری میں یوں اپنے پر مارتے ہیں گویا صاف پتھر پر نرم زنجیر ٹکرانے کی جھنکار ہو۔ اور وہ فرمان ان فرشتوں تک پہنچ جاتا ہے حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو (اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ اس نے جو کہا وہ برحق ہے۔ اور وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس بات کو شیاطین چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حدیث کے راوی سفیان نے اپنے ہاتھ کو ذرا ٹیڑھا اور انگلیوں کو ایک دوسری سے جدا جدا کر کے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ شیاطین ایک دوسرے کے اوپر یوں سوار ہو جاتے ہیں۔ سب سے اوپر والا شیطان جب کوئی بات سن لیتا ہے تو وہ اپنے سے نیچے والے کو بتا دیتا ہے اور وہ آگے اپنے سے نیچے والے کو۔ یہاں تک کہ آخری (سب سے نیچے والا) شیطان وہ بات ساحر یا کاہن کو بتا دیتا ہے۔ کبھی تو کاہن تک وہ بات پہنچنے سے قبل ہی شعلہ (شہاب ثاقب) اس شیطان کو جلا دیتا ہے اور کبھی شعلے کے آنے تک شیطان اسے بات بتا چکا ہوتا ہے اور کاہن شیطان کی طرف سے سنی ہوئی بات کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔ اگر کوئی بات اس کی بتائی ہوئی بات کے مطابق ہو جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ کیا فلاں روز فلاں ساحر یا کاہن نے ایسے ہی نہیں کہا تھا؟ چنانچہ اس کی صرف اس ایک بات کے سچے ہونے سے اس کاہن یا ساحر کو سچا سمجھ لیا جاتا ہے جو آسمان سے سنی گئی تھی۔"

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَرَادَ اللهُ تَعَالٰى أَنْ يُوحِيَ بِالْأَمْرِ تَكَلَّمَ بِالْوَحْيِ أَخَذَتِ السَّمٰوَاتُ مِنْهُ رَجْفَةٌ، أَوْ قَالَ: رَعْدَةٌ شَدِيْدَةٌ، خَوْفًا مِّنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ، فَإِذَا سَمِعَ ذٰلِكَ أَهْلُ السَّمٰوَاتِ صَعِقُوا وَخَرُّوا لِلّٰهِ سُجَّدًا، فَيَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ جِبْرِيلُ فَيُكَلِّمُهُ اللهُ مِنْ وَّحْيِهِ بِمَا أَرَادَ، ثُمَّ يَمُرُّ جِبْرِيلُ عَلَى الْمَلَائِكَةِ، كُلَّمَا مَرَّ بِسَمَاءٍ

سَأَلَهُ مَلَائِكَتُهَا مَاذَا قَالَ رَبُّنَا يَا جِبْرِيلُ؟ فَيَقُولُ جِبْرِيلُ: قَالَ الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَقُولُونَ كُلُّهُمْ مِثْلَ مَا قَالَ جِبْرِيلُ، فَيَنْتَهِي جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ إِلَى حَيْثُ أَمَرَهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ»(أخرجه ابن كثير في التفسير: ٦/ ٥٠٤ وابن خزيمة في كتاب التوحيد، ح: ٢٠٦)

"اللہ تعالیٰ جب کسی بات کی وحی کا ارادہ فرماتا ہے اور اس وحی کا تکلم فرماتا ہے تو اس کے خوف سے تمام آسمانوں پر دہشت اور کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ جب آسمان والے اس آواز کو سنتے ہیں تو بے ہوش ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے جبریل (علیہ السلام) سر اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی وحی میں سے جو چاہتا ہے ان سے کلام فرماتا ہے۔ پھر جبریل (علیہ السلام) ملائکہ کے پاس سے گزرتے ہیں۔ جب بھی کسی آسمان سے ان کا گزر ہوتا ہے تو اس آسمان کے فرشتے ان سے پوچھتے ہیں: اے جبریل (علیہ السلام)! ہمارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو جبریل (علیہ السلام) کہتے ہیں: اس نے حق فرمایا۔ وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔ پھر تمام فرشتے یہی بات دہراتے ہیں۔ پھر جبریل (علیہ السلام) اس وحی کو جہاں اللہ عزوجل کا حکم ہوتا ہے، وہاں پہنچا دیتے ہیں۔"

مسائل

① اس تفصیل سے سورۂ سباء کی آیت نمبر ۲۳ کی تفسیر ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی وحی کے وقت فرشتوں کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔

② شرک کی تردید میں دلیل ہے، بالخصوص ایسے شرک کی جس کا تعلق صالحین امت سے ہے۔ اور اس آیت کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ آیت، دلوں میں سے شجرۂ شرک کی جڑوں کو کاٹ پھینکتی ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ کی تفسیر بھی ہوئی۔

④ فرشتوں کے سوال کی وجہ اور سبب بھی مذکور ہے۔

⑤ فرشتوں کے سوال پر جبریل علیہ السلام انہیں جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔"

(۶) جب سب فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں تو سب سے پہلے جبریل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں۔
(۷) چونکہ ہر آسمان کے فرشتے جبریل علیہ السلام سے سوال کرتے ہیں' اس لیے وہ سب کو جواب دیتے ہیں۔
(۸) بے ہوشی اور غشی تمام آسمانوں کے فرشتوں پر طاری ہوتی ہے۔
(۹) اللہ تعالیٰ کے کلام سے آسمان لرز جاتے ہیں۔
(۱۰) اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام ہی اللہ تعالیٰ کی وحی کو منزل مقصود پر پہنچاتے ہیں۔
(۱۱) شیاطین چوری چھپے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کی کوشش کرتے ہیں۔
(۱۲) اور اس مقصد کے لیے وہ ایک دوسرے پر سوار ہو جاتے ہیں۔
(۱۳) ان شیاطین پر ایک شہاب (شعلہ) چھوڑا جاتا ہے۔
(۱۴) بعض اوقات کاہن تک بات پہنچنے سے قبل ہی شہاب (شعلہ) اس شیطان کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے اور کبھی شہاب کے آنے سے پہلے ہی یہ شیطان اپنے انسانی دوست (کاہن' نجومی) کو بات بتا چکا ہوتا ہے۔
(۱۵) بعض اوقات کاہن کی بتائی ہوئی ایک آدھ بات صحیح ثابت ہو جاتی ہے۔
(۱۶) اور کاہن اس ایک صحیح بات کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔
(۱۷) لوگ کاہن کی جھوٹی باتوں کو محض اس لیے درست مان لیتے ہیں کہ اس کی ایک بات تو صحیح تھی حالانکہ وہ بات آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے۔
(۱۸) نفوس انسانی باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ دیکھیے! وہ کاہن کی صرف اس ایک بات کو مد نظر رکھتے ہیں اور اس کی ایک سو غلط باتوں کی طرف نہیں دیکھتے۔
(۱۹) شیاطین اس ایک بات کو ایک دوسرے سے حاصل کر کے یاد کر لیتے ہیں اور اس سے باقی جھوٹ کے صحیح ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔
(۲۰) اللہ تعالیٰ کی صفات کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ جبکہ اشاعرہ معطلہ ان صفات کے منکر ہیں۔
(۲۱) آسمانوں پر طاری ہونے والی دہشت اور کپکپی اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتی ہے۔
(۲۲) فرشتے اللہ تعالیٰ (کی عظمت کے تصور سے اس) کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

باب : ۱۶

شفاعت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَنذِرْ بِهِ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوٓا۟ إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِۦ وَلِىٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾ ﴾ (الأنعام٦/ ٥١)

"اور (اے محمد ﷺ!) آپ اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو نصیحت کریں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے اس حال میں پیش کیے جائیں کہ ان کا اللہ کے سوا کوئی مدد گار یا سفارشی نہ ہو تاکہ یہ لوگ اللہ سے ڈر جائیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًا ۖ ﴾ (الزمر٣٩/ ٤٤)

"(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجیے کہ ہر قسم کی شفاعت اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔"

﴿ مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ۚ ﴾ (البقرہ٢/ ٢٥٥)

"کون ہے جو اللہ کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿ ۞ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغْنِى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعْدِ أَن يَأْذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرْضَىٰٓ ﴿٢٦﴾ ﴾ (النجم٥٣/ ٢٦)

"اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کے حق میں شفاعت کی اجازت دے اور پسند کرے۔"

﴿ قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُۥ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُۥ ۚ ﴾ (سبأ٣٤/ ٢٢-٢٣)

"(اے محمد ﷺ!) ان مشرکین سے کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا تم جن کو معبود سمجھتے ہو' انہیں پکار کر دیکھو' وہ تو آسمان و زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں۔ زمین و آسمان کی ملکیت یا تخلیق میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ اور اللہ کے حضور کسی کے لیے کوئی سفارش مفید نہیں ہو گی مگر اس کے لیے جس کے حق میں سفارش کی وہ اجازت بخش دے۔"

شیخ الاسلام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ تمام مخلوق سے ان باتوں کی نفی کر دی جن سے مشرکین استدلال کیا کرتے تھے۔ مثلاً اس نے اس بات کی نفی کی ہے کہ کسی کو زمین و آسمان میں کسی قسم کی قدرت' کلی یا جزوی اختیارات ہوں' یا کوئی اللہ تعالیٰ کا معاون اور مددگار ہو' البتہ سفارش ہو سکتی ہے۔ مگر وہ بھی صرف اسی کے لیے مفید ہو گی جس کے حق میں سفارش کی اجازت خود اللہ تعالیٰ دے گا جیسا کہ اس نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ ﴾ (الأنبياء٢١/٢٨)

"اور وہ کسی کے حق میں سفارش نہیں کر سکیں گے بجز اس کے جس سے اللہ راضی ہو۔"

پس وہ سفارش جس کے مشرکین قائل ہیں قیامت کے دن معدوم ہو گی جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی نفی اور انکار کیا ہے۔ اور نبی ﷺ نے اپنے بارے میں بتایا ہے کہ: آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر فوراً سفارش کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے اور اس کی حمد و ثنا کریں گے۔ اس کے بعد آپ سے کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھائیں اور بات کریں' آپ کی بات سنی جائے گی۔ آپ سوال کریں' آپ جو مانگیں گے آپ کو دیا جائے گا۔ آپ سفارش کریں' آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! سب سے زیادہ خوش نصیب کون ہے جو آپ کی سفارش کا حق دار ہو گا؟ آپ نے فرمایا: "جس نے خلوص دل سے کلمۂ توحید "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کا اقرار کیا"۔ یعنی یہ سفارش اللہ تعالیٰ کی اجازت سے صرف خلوص دل سے کلمہ پڑھنے والوں کو حاصل ہو گی اور مشرکین کے حق میں سفارش کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ صرف مخلصین اہل توحید پر اپنا خصوصی فضل فرمائے گا اور جن کو سفارش کی اجازت دے گا ان کی دعا (سفارش) کے نتیجہ میں اہل توحید کی مغفرت فرمائے گا اور اس طرح سفارش کرنے والے (رسول اللہ ﷺ) کا اکرام فرمائے گا اور آپ "مقام محمود" سے سرفراز ہوں گے۔ پس جس شفاعت کا قرآن نے انکار کیا ہے اس سے وہ شفاعت مراد ہے جس میں اللہ کے ساتھ شرک ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی اجازت سے شفاعت کا اثبات کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے صاف صاف فرمایا ہے کہ شفاعت صرف اہل توحید اور اہل اخلاص کے لیے ہو گی۔

مسائل

① اس باب میں چند آیات قرآنیہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

② غیر مقبول شفاعت کی بھی وضاحت ہوئی۔

③ اور مقبول شفاعت کا بھی بیان ہوا۔

④ شفاعت کبریٰ کا ذکر بھی ہے جس کی اجازت نبی ﷺ کو ملے گی۔ اسی کو مقام محمود بھی کہتے ہیں۔

⑤ نبی کریم ﷺ کس طرح شفاعت کریں گے؟ نبی ﷺ جاتے ہی شفاعت نہیں کریں گے بلکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے۔ پھر اجازت ملنے پر شفاعت کریں گے۔

⑥ کون سا آدمی شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار ہو گا؟ وہ شخص جو خلوص دل سے کلمۂ توحید "لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" کا اقرار کرے۔

⑦ مشرکین کو یہ شفاعت حاصل نہ ہو سکے گی۔

⑧ شفاعت کی حقیقت بھی واضح ہوئی کہ دراصل یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک انداز ہے۔ جن کو شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی یہ ان کے لیے اعزاز اور عزت افزائی کا باعث ہو گی۔ اور جن کے حق میں کی جائے گی یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور مہربانی ثابت ہو گی۔

باب : ١٧

ہدایت دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِى مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ ﴾ (القصص٢٨/ ٥٦)

"(اے محمد ﷺ!) یقیناً آپ، جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔"

صحیح بخاری میں سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنے والد مسیب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ وہاں عبداللہ بن ابی امیہ اور ابوجہل بھی بیٹھے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«يَا عَمِّ! قُلْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَاللهِ»

"چچا جان! کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" کا اقرار کر لو، تاکہ میں اسی کلمہ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے حق میں بطور دلیل پیش کر سکوں۔"

وہ دونوں (عبداللہ بن ابی امیہ اور ابوجہل) بولے: کیا تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دو گے؟ نبی ﷺ بھی اور وہ دونوں سردار اپنی اپنی بات کو دہراتے رہے۔ بالآخر ابوطالب نے کہا میں عبدالمطلب کے مذہب پر قائم ہوں۔ اور اس نے "لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه" کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ، مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ»

"جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں ضرور تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن يَسْتَغْفِرُوا۟ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓا۟

أُوْلِي قُرْبَىٰ ﴾ (التوبة٩/ ١١٣)

"نبی اور اہل ایمان کو زیبا نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔"

اور اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ ۝٥٦ ﴾ (القصص٢٨/ ٥٦)

"(اے محمد ﷺ!) بلاشبہ آپ، جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔ لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

مسائل

① اس باب میں آیت کریمہ ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾ کی تفسیر ہے۔

② آیت کریمہ ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَو كَانُوا اُولِى قُرْبٰى ﴾ کی تفسیر اور شان نزول بھی بیان ہوا ہے۔

③ کلمۂ توحید "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کا زبان سے اقرار ضروری ہے۔ اس میں علم کے ان دعوے داروں کی تردید ہے جو محض دلی معرفت کو کافی سمجھتے ہیں۔

④ جب نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا سے "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" پڑھنے کو کہا تو ابوجہل اور اس کے ساتھی جانتے تھے کہ نبی ﷺ کی اس سے کیا مراد ہے؟ اسی لیے وہ ابوطالب کو عبدالمطلب کے مذہب پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا برا کرے جن کی نسبت ابوجہل اصل دین "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کے مفہوم کو بہتر جانتا تھا۔

⑤ نبی ﷺ نے اپنے چچا کو مسلمان کرنے کی پوری پوری کوشش کی تھی۔

⑥ جو لوگ عبدالمطلب اور اس کے اسلاف کو مسلمان سمجھتے ہیں، اس میں ان کی بھی تردید ہے۔

⑦ نبی ﷺ نے ابوطالب کے حق میں مغفرت کی دعا کی مگر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس کی مغفرت بھی نہ کی اور نبی ﷺ کو آئندہ مشرکین کے لیے دعا کرنے سے بھی

روک دیا۔

۸ برے لوگوں کی صحبت ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے۔

۹ اکابر و اسلاف کی تعظیم میں غلو کرنا نقصان دہ ہے۔

۱۰ باطل پرست لوگوں یعنی ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے ابو طالب کی ملت عبدالمطلب کی تعظیم سے استدلال کیا اور اس تعظیم کو اس کلمہ پڑھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا۔

۱۱ نجات کا دارومدار زندگی کے آخری اعمال پر ہے کیونکہ اگر ابوطالب بوقت وفات کلمہ کا اقرار کرلیتا تو اسے ضرور فائدہ ہوتا۔

۱۲ گمراہ لوگوں کے دلوں میں راسخ اس بڑے مغالطے کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہیے' اس لیے کہ ابوطالب کے قصہ میں مذکور ہے کہ سرداران مکہ اسی مغالطہ کی بنا پر ابوطالب سے جھگڑتے رہے جبکہ نبی ﷺ نے مبالغہ اور تکرار کے ساتھ ابوطالب کے سامنے کلمۂ حق یعنی کلمۂ توحید پیش کیا۔ چونکہ ان لوگوں کے ہاں یہ بہت بڑی بات تھی کہ آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑا نہیں جاسکتا اسی لیے وہ اپنی بات پر ڈٹے رہے۔

باب : ۱۸

بنی آدم کے کفر اور ترک دین کا بنیادی سبب صالحین کی عزت و تکریم میں غلو کرنا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ ﴾ (النساء٤/ ١٧١)

"اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہ کہو۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ:

﴿ وَقَالُواْ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدّٗا وَلَا سُوَاعٗا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسۡرٗا ﴿٢٣﴾ ﴾ (نوح٧١/ ٢٣)

"اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔"

کی تفسیر میں روایت ہے کہ یہ سب (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر) قوم نوح کے صالح لوگ تھے۔ ان کی وفات کے بعد شیطان نے ان کی قوم کو اس بات پر آمادہ کیا کہ یہ نیک لوگ جہاں بیٹھا کرتے تھے وہاں بطور یادگار پتھر نصب کر دو۔ اور ان پتھروں کو ان کے ناموں سے موسوم کرو۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ لیکن اس دور میں ان پتھروں کی پوجا نہ کی گئی۔ جب یہ لوگ مرگئے اور بعد والوں پر جہالت چھا گئی، علم جاتا رہا اور اصل بات ذہنوں سے محو ہو گئی تو بعد والوں نے ان یادگاروں کی پرستش شروع کر دی۔ (صحیح بخاری، التفسیر، تفسیر سورہ نوح، حدیث :۴۹۲۰)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: متعدد اسلاف اہل علم کا قول ہے کہ جب وہ مرگئے تو

اولاً یہ لوگ ان کی قبروں کے مجاور بنے، پھر ان کے مجسّمے بنائے، پھر عرصہ دراز گزرنے کے بعد ان کی پوجا شروع کردی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ»(صحيح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالى ﴿واذكر في الكتب مريم﴾ ح:٣٤٤٥، وأصله عند مسلم في الصحيح، ح:١٦٩١)

"تم میری تعریف کرنے میں حد سے نہ بڑھ جانا، جیسے نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کی تعریف میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ میں تو ایک بندہ ہوں۔ تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ»(سنن النسائي، المناسك، باب التقاط الحصى، ح:٣٠٥٩ وسنن ابن ماجه، المناسك، باب قدر حصى الرمي، ح:٣٠٢٩)

"غلو سے بچ کر رہو، تم سے پہلے لوگوں کو غلو (تعریف میں مبالغہ اور حد سے تجاوز) ہی نے ہلاک کیا تھا۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ ـ قَالَهَا ثَلاَثًا»(صحيح مسلم، العلم، باب هلك المتنطعون، ح:٢٦٧٠)

"غلو کرنے والے اور حد سے بڑھنے والے ہلاک ہوئے۔ آپ نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔"

مسائل

① جو شخص اس باب کو اور اس سے بعد والے دو ابواب کو اچھی طرح سمجھ لے اس پر

اسلام کی اجنبیت واضح ہو جائے گی (یہ اجنبیت ہی ہے کہ بہت سے لوگ اسلام کی روح سے ناآشنا ہیں) اور دلوں کے پھیرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجیب کرشمے اس کے سامنے آئیں گے۔

(۲) روئے زمین پر رونما ہونے والا اولین شرک بزرگوں کے ساتھ حد درجہ محبت اور ان کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کے سبب ہوا۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ سب سے پہلی کیا چیز تھی جس کے ذریعے سے انبیاء کے دین میں تغیر ہوا تھی؟ اور اس کا سبب کیا تھا؟ جبکہ اس بات کا بھی خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انھیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(۴) بدعات و محدثات کو بہت جلد قبول کرنے کا سبب بھی واضح ہوا؟ جبکہ شریعتِ اسلامیہ اور فطرتِ سلیمہ ان باتوں کی تردید کرتی ہے۔

(۵) ان تمام باتوں کا سبب یہ تھا کہ حق و باطل کو دو وجوہ کی بنا پر خلط ملط کر دینا تھا۔ پہلی وجہ صالحین کی حد درجہ محبت تھی اور دوسری وجہ یہ کہ بعض اہل علم اور اصحاب دین نے کچھ ایسے امور سرانجام دیے جن میں ان کا ارادہ تو خیر ہی کا تھا مگر بعد والوں نے ان کا مقصد کچھ اور ہی سمجھ لیا۔

(۶) سورۂ نوح کی آیت ۲۳ کی تفسیر بھی ہوئی جس میں مختلف بتوں کے نام وارد ہوئے ہیں۔

(۷) فطری طور پر انسان کے دل میں حق بتدریج کم ہوتا رہتا ہے جبکہ باطل بڑھتا رہتا ہے۔

(۸) اس میں سلف کے اس قول کی تصدیق ہے کہ کفر کا اصلی سبب بدعت ہے۔

(۹) شیطان (ابلیس) بدعت کے انجام سے خوب آگاہ ہے کہ یہ کس طرح انسان کو تباہ کر دیتی ہے اگرچہ بدعت جاری کرنے والے کی نیت اچھی ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۰) ایک عمومی قاعدہ ثابت ہوتا ہے کہ غلو سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہیے اور اس کے انجام کو سمجھنا چاہیے۔

(۱۱) کسی صالح عمل کی انجام دہی کے لیے بھی قبر پر بیٹھنا نقصان دہ ہے۔

(۱۲) مجسموں کی ممانعت اور ان کو مٹا ڈالنے اور توڑ دینے کی حکمت بھی واضح ہوتی ہے۔

(۱۳) قوم نوح کے قصہ کی اہمیت کا پتہ چلا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قوم نوح میں کس طرح شرک شروع ہوا؟ اسے جاننا اور پہچاننا نہایت ضروری ہے لیکن اکثر لوگ اس سے غفلت کا شکار ہیں۔

(۱۴) افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اہل بدعات، یہ واقعہ کتب تفسیر و حدیث میں پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے بھی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں اور ان کے دلوں کے درمیان آڑ بن گیا مگر اس کے باوجود ان لوگوں کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ قوم نوح والا عمل (بزرگوں کی تصاویر بنا کر رکھنا، ان کی تعظیم و تکریم میں غلو کرنا اور قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا) افضل ترین عبادت ہے۔ اور جو شخص انھیں ان منہیات سے باز رہنے کی نصیحت کرے اس کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور اس کے مال و جان مباح ہیں۔

(۱۵) ان بتوں کو پوجنے والوں کا ارادہ صرف یہ تھا کہ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے۔

(۱۶) ان مشرکین کا یہ گمان تھا کہ جن سابق اہل علم نے ان بزرگوں کی تصاویر بنائی تھیں ان کا مقصد بھی یہی تھا جو ہمارا ہے۔

(۱۷) ((لَا تُطْرُونِیْ کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَی ابْنَ مَرْیَمَ)) اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے کھلی اور عظیم نصیحت ہے۔ نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں کہ آپ نے واضح طور پر تبلیغ کا حق ادا فرما دیا۔

(۱۸) نبی کریم ﷺ نے ہمیں تاکیداً یہ نصیحت فرمائی ہے کہ تکلف کرنے والے اور حد سے تجاوز کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوتے ہیں۔

(۱۹) علم کی اہمیت اور عدم علم کے نقصان کا بھی پتہ چلتا ہے کہ قوم نوح میں علم ختم ہونے کے بعد ہی بتوں کی پوجا پاٹ شروع ہوئی تھی۔

(۲۰) دنیا سے علماء کا رخصت ہونا فقدان علم کا ایک بڑا سبب ہے۔

باب : ۱۹

کسی صالح آدمی کی قبر کے پاس، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ناجائز اور سنگین جرم ہے، تو خود اس مرد صالح کی عبادت کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کلیسا اور اس میں موجود تصویروں اور مجسّموں کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا، تو آپ نے فرمایا:

«أُولٰئِكِ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، أَوِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولٰئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ»(صحيح البخارى، الصلاة، باب تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، ح:٤٢٧، ٤٣٤، ١٣٤١ وصحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور، ح:٥٢٨)

”ان لوگوں کے ہاں جب کوئی بزرگ فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں تصاویر (مجسّمے) بنا دیتے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بدترین مخلوق ہیں۔“

کیونکہ انہوں نے بیک وقت دو عظیم گناہوں کا ارتکاب کیا۔ ایک تو قبروں کو عبادت گاہ بنانے کا اور دوسرا ان میں مجسّمے اور تصویریں بنانے کا۔ (اغاثة اللهفان:۱/۲۰۱)

اور صحیحین ہی میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی علامات ظاہر ہوئیں تو آپ شدت تکلیف سے اپنے چہرہ مبارک کو چادر سے ڈھانپ لیتے اور جب دم گھٹنے لگتا تو چادر کو ہٹا دیتے۔ اسی عالم میں آپ نے فرمایا:

«لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ» (صحيح البخارى، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ح:٣٤٥٣،

١٣٩٠ وصحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن اتخاذ القبور مساجد، ح:٥٢٩)

"یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، انھوں نے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔"

اس بات سے آپ کا مقصود اپنی امت کو ایسے طرز عمل سے ڈرانا اور روکنا تھا۔ اگر نبی ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ بنانے کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی عام مسلمانوں کی طرح ظاہر ..... کھلی جگہ ..... پر ہوتی۔

جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات سے پانچ دن قبل میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيْلٌ، فَإِنَّ اللهَ قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلاً، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ أُمَّتِي خَلِيلاً لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلاً، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ»(صحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، ح:٥٣٢)

"میں اللہ کے سامنے اس بات سے براءت ولاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو کیونکہ مجھے تو اللہ نے اپنا خلیل بنالیا ہے جس طرح اس نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تھا۔ اور اگر مجھے اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا۔ خبردار! تم سے پہلے لوگ انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہیں بنالیتے تھے، خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہیں نہ بنالینا۔ میں تمھیں اس طرز عمل سے روک رہا ہوں۔"

رسول اکرم ﷺ نے اس عمل شنیع سے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں منع فرمایا اور ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر قبر کی پوجا نہ بھی کی جائے تب بھی قبر کے قریب نماز پڑھنا منع ہے۔

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول "خُشِیَ اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا" کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو یہ توقع نہ تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مسجد بنائیں گے جبکہ ہر وہ جگہ جہاں نماز ادا کی جائے' مسجد ہی ہوتی ہے۔

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ "جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا" "تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور ذریعہ طہارت (وضو اور غسل کے لیے پانی کا قائم مقام) بنا دیا گیا ہے۔"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَالَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ»(مسند أحمد:٥٣١٦ وصحيح ابن خزيمة، ح:٧٨٩)

"سب سے بد ترین لوگ وہ ہوں گے جن کی زندگی میں ان پر قیامت قائم ہو گی۔ اور وہ لوگ بھی بد ترین ہیں جو قبروں کو مساجد (سجدہ گاہوں) کا درجہ دیں گے۔"

مسائل

① اس باب سے ثابت ہوا کہ کسی بزرگ کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مسجد تعمیر کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ اور اس کی مذمت فرمائی ہے اگرچہ مسجد بنانے والے کی نیت صحیح ہی ہو۔

② تصاویر و مجسّمے بنانے کی حرمت اور اس پر شدید وعید بھی ہے۔

③ مذکورہ اعمال کے معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبالغہ آمیز بیان سے عبرت حاصل ہوتی ہے کہ پہلے تو آپ نے اس کام سے امت کو ویسے تنبیہ فرمائی' پھر آخر عمر میں وفات سے پانچ روز قبل مزید تنبیہ فرمائی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب سفر آخرت شروع ہونے والا تھا' اس عالم میں ایک مرتبہ پھر سخت ممانعت فرمائی۔

④ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پر ایسا عمل کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا' حالانکہ آپ کی قبر ابھی وجود میں بھی نہیں آئی تھی۔

⑤ انبیاء و صلحاء کی قبروں پر مساجد بنا کر ان میں عبادت کرنا یہود و نصاریٰ کا طرز عمل ہے۔
⑥ اسی عمل کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی۔
⑦ لعنت کرنے سے اصل مقصود یہ تھا کہ مسلمان آپ کی قبر پر ایسا کوئی کام نہ کریں۔
⑧ نبی کریم ﷺ کی قبر کو کھلی اور عام جگہ پر نہ بنانے کی اصل وجہ اور مصلحت بھی معلوم ہوتی ہے۔
⑨ یہ بھی واضح ہوا کہ قبروں کو مساجد بنانے کا مفہوم کیا ہے؟
⑩ نبی ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے والوں اور جن لوگوں پر ان کی زندگی میں قیامت قائم ہو گی' دونوں کا اکٹھے ذکر کر کے کفر و شرک کے وقوع پذیر ہونے سے قبل ہی اس کے اسباب اور انجام سے آگاہ فرما دیا۔
⑪ نبی ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل اپنے خطبہ میں ان دو گروہوں کا رد فرمایا جو اہل بدعت میں سب سے زیادہ برے ہیں۔ بلکہ بعض اہل علم نے تو انہیں بہتر (۷۲) گروہوں سے بھی خارج قرار دیا ہے۔ ان میں سے ایک روافض اور دوسرا جہمیہ ہے۔ خصوصاً روافض ہی کی وجہ سے مسلمانوں میں شرک اور قبر پرستی کی ابتدا ہوئی اور انہی لوگوں نے سب سے پہلے قبروں پر مساجد بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔
⑫ نزع کے وقت نبی ﷺ کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔
⑬ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔
⑭ یہ بھی معلوم ہوا کہ خلیل ہونے کا مرتبہ' مقام محبت سے بلند تر ہے۔
⑮ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔
⑯ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

باب : ۲۰

صالحین اور بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو کا انجام "شرک اکبر" ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ، اِشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»(الموطأ لأمام مالك، الصلاة، باب جامع الصلاة، ح: ٢٦١ والمصنف لابن أبي شيبة: ٣/ ٣٤٥)

"یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جسے لوگ پوجنا شروع کر دیں۔ ان لوگوں پر اللہ کا سخت غضب اور قہر نازل ہوا جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔"

ابن جریر رحمہ اللہ نے آیت مبارکہ

﴿ أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ﴾ (النجم۵۳/ ۱۹)

کی تفسیر میں مجاہد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے:

«يَلُتُّ لَهُمُ السَّوِيقَ فَمَاتَ فَعَكَفُوا عَلٰى قَبْرِهِ»(رواه ابن جرير في التفسير: ٢٧/ ٥٨)

"لات" حجاج کرام کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔ اس کی وفات کے بعد لوگ اس کی قبر کے مجاور بن کر بیٹھ گئے۔"

ابوالجوزاء رحمہ اللہ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ: "لات" حجاج کرام کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

«لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ» (سنن أبي داود، الجنائز، باب في زيارة النساء القبور، ح: ٣٢٣٦ وجامع

الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في كراهية أن يتخذ على القبر مسجد، ح: ٣٢٠ وسنن النسائي، الجنائز، باب التغليظ في اتخاذ السرج على القبور، ح: ٢٠٤٥)

"رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کو جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور ان لوگوں کو بھی ملعون قرار دیا جو قبروں پر مساجد بناتے اور چراغاں کرتے ہیں۔"

مسائل

① اس بحث سے اوثان یعنی بتوں کی تشریح ہوتی ہے۔

② اور عبادت کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔

③ نبی کریم ﷺ نے اس چیز سے پناہ مانگی جس کے وقوع پذیر ہونے کا آپ کو اندیشہ تھا۔

④ جہاں نبی کریم ﷺ نے یہ دعا مانگی کہ "یااللہ! "میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جائے۔" وہاں آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ "پہلے لوگوں نے انبیاء کی قبور کو عبادت گاہ بنالیا تھا۔"

⑤ نبی ﷺ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ ایسا کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا شدید قہر اور غضب نازل ہوا۔

⑥ یہ بھی معلوم ہوا کہ "لات" جو عرب کا سب سے بڑا بت تھا' اس کی کس طرح عبادت شروع ہوئی؟

⑦ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ وہ ایک صالح بزرگ (لات) کی قبر تھی۔

⑧ "لات" صاحب قبر کا نام ہے۔ اور اس میں اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہوئی ہے۔

⑨ نبی کریم ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں۔

⑩ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

باب: ۲۱

نبی ﷺ کا توحید کی مکمل حفاظت کے سلسلے میں شرک بننے والی ہر راہ کو بند کرنا

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ ﴾

(التوبة۹/ ۱۲۸)

”(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ تم پر اگر کوئی تکلیف یا مشقت آئے تو وہ اسے شاق گزرتی ہے۔ وہ تمہاری فلاح وہدایت کا حریص ہے۔ اہل ایمان کے لیے نہایت مہربان اور شفیق ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَّلاَ تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَّصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ»(سنن أبي داود، المناسك، باب زيارة القبور، ح: ٢٠٤٢)

”تم اپنے گھروں کو (نماز، دعا اور تلاوت قرآن ترک کرکے) قبرستان نہ بناؤ نہ میری قبر کو میلہ گاہ بنانا اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود و سلام بھیجو، تمہارے درود و سلام مجھے پہنچ جائیں گے۔“

زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ نے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ کی قبر کے گرد بنی دیوار کے ایک شگاف سے اندر داخل ہو کر قبر کے پاس دعا کرتے دیکھا تو اسے روک دیا اور فرمایا: کیا میں تجھے وہ حدیث نہ سناؤں جو میرے باپ (حسین رضی اللہ عنہ) نے میرے دادا (علی رضی اللہ عنہ) سے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، آپ نے فرمایا:

«لاَ تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا وَّلاَ بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ يَبْلُغُنِي أَيْنَ مَا كُنْتُمْ»(رواہ الضیاء المقدسي في المختارۃ، ح:٤٢٨ ومجمع الزوائد: ٤/ ٣)

"میری قبر پر میلا نہ لگانا اور تم (نماز' دعا اور تلاوت قرآن ترک کر کے) اپنے گھروں کو قبرستان (کی مانند) نہ بنالینا اور مجھ پر درود پڑھتے رہنا۔ اس لیے کہ تم جہاں بھی ہو گے' تمہارا سلام مجھے پہنچ جائے گا۔"

مسائل

① اس تفصیل سے سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر و توضیح ہوتی ہے۔

② نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو حدود شرک سے بہت دور رہنے کی ہدایت اور تلقین فرمائی ہے۔

③ نبی ﷺ اپنی امت پر نہایت شفیق و مہربان اور اس کی رشد و ہدایت کے انتہائی حریص اور خواہش مند تھے۔

④ نبی ﷺ نے مخصوص طریقہ پر اپنی قبر کی زیارت سے منع فرمایا ہے لیکن آپ کی قبر کی زیارت' شرعی حدود و قیود میں رہ کر کی جائے تو یہ انتہائی فضیلت والا عمل ہے۔

⑤ نبی ﷺ نے بار بار زیارت قبر کے لیے جانے سے منع فرمایا ہے۔

⑥ ان احادیث میں نفلی نماز گھروں میں ادا کرنے کی بھی ترغیب ہے۔

⑦ یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ بات طے شدہ اور معروف تھی کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

⑧ اس باب میں مذکور احادیث سے ثابت ہوا کہ آدمی جہاں بھی ہو وہیں درود و سلام پڑھ سکتا ہے خواہ دور ہی کیوں نہ ہو' لہٰذا اس غرض سے انسان کو قبر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔

⑨ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ برزخ میں ہیں اور امت کے اعمال میں سے درود و سلام' آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

باب : ۲۲

امت محمدیہ ﷺ کے بعض افراد کے بت پرستی میں مبتلا ہونے کی پیش گوئی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ نَصِيبًا مِّنَ ٱلْكِتَـٰبِ يُؤْمِنُونَ بِٱلْجِبْتِ وَٱلطَّـٰغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا۟ هَـٰٓؤُلَآءِ أَهْدَىٰ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ سَبِيلًا ﴿٥١﴾ ﴾ (النساء٤/ ٥١)

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا' وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں سے زیادہ صحیح راستہ پر ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ ٱللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ ٱلْقِرَدَةَ وَٱلْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ ٱلطَّـٰغُوتَ ۚ ﴾ (المائدة٥/ ٦٠)

”(اے محمد ﷺ!) آپ ان لوگوں سے کہہ دیں' کیا تمھیں ان لوگوں کی نشان دہی کر دوں جن کا انجام اللہ کے ہاں' فاسقوں کے انجام سے بھی بد تر ہے؟ وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر اللہ کا غضب ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا اور جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالَ ٱلَّذِينَ غَلَبُوا۟ عَلَىٰٓ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ ﴾

(الکهف١٨/ ٢١)

”اوران کے سر کردہ لوگوں نے کہا ہم تو ان کی غار پر ضرور مسجد (عبادت گاہ) بنائیں گے۔“

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَذْوَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوهُ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! اَلْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ: فَمَنْ؟»(صحيح البخارى، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ح:٣٤٥٦ وصحيح مسلم، العلم، باب اتباع سنن اليهود والنصارى، ح:٢٦٦٩)

''تم پہلی امتوں کے راستوں کی پیروی کرتے ہوئے یوں ان کی برابری کرو گے جیسے تیر کا ایک پر دوسرے پر کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ ضب (سانڈے) کے بل میں گھسے تو تم بھی جا گھسو گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟''

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ زَوٰى لِيَ الأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ: الأَحْمَرَ وَالأَبْيَضَ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لأُمَّتِي أَنْ لاَ يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَأَنْ لاَ يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰى أَنْفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَإِنَّ رَبِّي قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لاَ يُرَدُّ، وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لأُمَّتِكَ أَنْ لاَ أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَأَنْ لاَ أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَّنْ بِأَقْطَارِهَا، حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا»(صحيح مسلم، الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، ح:٢٨٨٩)

''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو اس حد تک سمیٹ اور سکیڑ دیا کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھ لیے۔ میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک

زمین مجھے سمیٹ کر دکھائی گئی۔ اور مجھے سفید (چاندی) اور سرخ (سونا) دو خزانے عطا کیے گئے۔ اور میں نے اپنی امت کے لیے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ عام قحط سالی سے اسے ہلاک نہ کرے۔ اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن بھی مسلط نہ کرے جو انھیں تباہ کر کے رکھ دے۔ میرے رب نے فرمایا: اے محمد (ﷺ!) جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ میں آپ کی امت کے بارے میں آپ کی یہ دعا قبول کرتا ہوں کہ میں انہیں عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن بھی مسلط نہیں کروں گا جو انھیں تباہ کر کے رکھ دے اگرچہ سارے دشمن ان کے خلاف متحد اور مجتمع کیوں نہ ہو جائیں۔ البتہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بھی بنائیں گے۔"

اس حدیث کو امام حافظ البرقانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "الصحیح" میں روایت کیا ہے۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے:

«وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِي الأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ، وَإِذَا وَقَعَ عَلَيْهِمُ السَّيْفُ لَمْ يُرْفَعْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَلاَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَلْحَقَ حَيٌّ مِّنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتّٰى تَعْبُدَ فِئَامٌ مِّنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ، وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلاَثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَّأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لاَ نَبِيَّ بَعْدِي، وَلاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُورَةً، لاَ يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى»(سنن أبي داود، الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن ودلائلها، ح:٤٢٥٢ ومسند أحمد: ٥/٢٧٨، ٢٨٤)

"مجھے اپنی امت کے بارے میں صرف گمراہ پیشواؤں کا خدشہ ہے۔ اور جب ان میں ایک دفعہ تلوار چل پڑی تو قیامت تک بند نہ ہو گی اور قیامت اس وقت تک بپا نہیں ہو گی جب تک میری امت کی ایک بڑی جماعت مشرکین سے نہ جا ملے اور میری امت کے بہت سے گروہ بت پرستی نہ کرنے لگیں۔ اور میری امت میں تیس

(۳۰) دجال پیدا ہوں گے۔ وہ سب نبوت کا دعویٰ کریں گے' حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ (قیامت تک) حق پر رہے گا اور ان کی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مدد کی جائے گی۔ اور ان کا ساتھ چھوڑ جانے والے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے۔"

مسائل

① اس بحث سے سورۂ نساء کی آیت (۵۱)'

② اور سورۂ مائدہ کی آیت (۶۰)'

③ اور سورۂ کہف کی آیت (۲۱) کی تفسیر معلوم ہوئی۔ (اول الذکر آیت میں ذکر ہے کہ اہل کتاب نے بتوں اور شیطان کی پوجا کی۔ دوسری آیت میں بیان ہے کہ طاغوت کی بندگی کرنے والوں یعنی مشرکین کا انجام فاسقوں سے بھی بدتر ہوا۔ اور تیسری آیت میں بیان ہے کہ لوگوں نے اصحاب کہف کے غار اور قبروں پر مسجد بنانے جیسے مذموم عمل کا ارتکاب کیا۔)

④ "جبت" (بت) اور طاغوت (شیطان) پر ایمان لانے کا مفہوم اچھی طرح واضح ہوا کہ اس سے صرف قلبی اعتقاد مراد ہے یا ان سے نفرت اور ان کے بطلان کا عقیدہ رکھتے ہوئے بظاہر ان کی موافقت؟

⑤ یہود کی یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اپنے کفر سے واقف کفار' اہل ایمان سے زیادہ صحیح راہ پر ہیں۔

⑥ معلوم ہوا کہ اس امت میں بھی وہی برائیاں پائی جاتی ہیں جو گزشتہ امتوں میں تھیں' جیسا کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہے۔

⑦ اس امت کے بہت سے لوگ بت پرستی میں مبتلا ہوں گے۔

⑧ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ مختار ثقفی جیسا شخص نبوت کا دعویٰ کرنے لگا حالانکہ وہ توحید و رسالت کا معترف تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا اقرار کرتا اور یہ بھی مانتا تھا

کہ رسول اللہ ﷺ برحق اور قرآن کریم سچی کتاب ہے۔ اور اس قرآن میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اس کی باتوں میں اس قدر واضح تضاد کے باوجود لوگ اس کی تصدیق کرتے رہے۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں ظاہر ہوا اور بہت سے لوگوں نے اس کی پیروی کی۔

⑨ اس حدیث میں یہ بشارت بھی ہے کہ امت محمدیہ سے کلی طور پر حق مٹ نہیں جائے گا جیسا کہ سابقہ زمانوں میں متعدد مرتبہ ایسا ہوا بلکہ اس کے برعکس اس امت میں ایک جماعت حق پر قیامت تک قائم رہے گی۔

⑩ اس میں ایک پیش گوئی اور اہل حق کی ایک علامت یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ اہل حق کی قلت کے باوجود ان کا ساتھ چھوڑ جانے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔

⑪ یہ پیش گوئی وجود قیامت تک برقرار رہے گی۔

⑫ اس حدیث میں مندرجہ ذیل اہم باتیں بطور خاص بیان ہوئی ہیں:

* نبی کریم ﷺ کا فرمان: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کے مشارق و مغارب سکیڑ دیے۔ نبی ﷺ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا بخلاف شمال و جنوب کے (کہ نبی ﷺ نے ان کا ذکر ہی نہیں فرمایا)
* آپ کا یہ فرمان کہ مجھے دو خزانے عطا کیے گئے ہیں۔ ایک سفید (چاندی) اور ایک سرخ (سونا) (گویا ساری دنیا کے خزانے دیے گئے)۔
* نبی کریم ﷺ نے یہ بھی خبر دی کہ اپنی امت کے بارے میں آپ کی پہلی دو دعائیں قبول ہوئیں ہیں۔
* اور تیسری دعا قبول نہیں ہوئی۔
* نبی کریم ﷺ نے یہ پیش گوئی بھی فرمائی کہ جب اس امت میں تلوار چلی تو قیامت تک نہ رکے گی۔
* آپ نے یہ بتایا کہ میری امت کے لوگ ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور

ایک دوسرے کو قیدی بھی بنائیں گے۔

* آپ نے اپنی امت کے بارے میں گمراہ پیشواؤں کا خدشہ بھی ظاہر کیا۔
* نبی ﷺ نے یہ خبر دی کہ اس امت میں نبوت کے جھوٹے دعوے دار (جھوٹے نبی) پیدا ہوں گے۔
* آپ نے یہ بھی خبر دی کہ ایک منصورہ (اللہ کی طرف سے مدد کی ہوئی) جماعت قیامت تک موجود رہے گی۔

نبی ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یہ تمام باتیں حرف بہ حرف پوری ہوئی ہیں' حالانکہ عقلی طور پر ان تمام باتوں کا وقوع پذیر ہونا بڑا مشکل اور بہت بعید ہے۔

(۱۳) آپ ﷺ نے امت کے صرف گمراہ پیشوا طبقہ سے ضلالت و گمراہی کا خطرہ محسوس کیا۔ (ہدایت یافتہ پیشواؤں سے نہیں)

(۱۴) عبادت اوثان یعنی بت پرستی کا صحیح معنی اور حقیقی مفہوم بھی اچھی طرح واضح ہوا۔

باب: ۲۳

جادو کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنْ خَلَٰقٍ ﴾ (البقرہ۲/ ۱۰۲)

"اور وہ خوب جانتے تھے کہ اس (جادو) کو خریدنے یعنی سیکھنے والے کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی بابت فرمایا:

﴿ يُؤْمِنُونَ بِٱلْجِبْتِ وَٱلطَّٰغُوتِ ﴾ (النساء٤/ ٥١)

"وہ جادو اور شیطان پر ایمان رکھتے تھے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اَلْجِبْتُ: السِّحْرُ، وَالطَّاغُوْتُ: الشَّيْطَانُ»(أخرجه الطبري في التفسير، برقم: ٥٨٣٤)

یعنی "الجبت" کا معنی جادو اور "الطاغوت" سے 'مراد شیطان' ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اَلطَّوَاغِيتُ كُهَّانٌ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فِي كُلِّ حَيٍّ وَّاحِدٌ» (أخرجه ابن أبي حاتم في التفسير كما في الدر المنثور: ٢/ ٢٢ ورواه البخاري في الصحيح معلقًا، فتح الباري: ٨/ ٣١٧)

"طاغوت وہ کاہن ہیں جن پر شیطان اترتا تھا۔ اور ہر قبیلے کا الگ الگ کاہن ہوتا تھا۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَارَسُوْلَ اللهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ

بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ»(صحيح البخاري، الوصايا، باب قوله تعالى ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتامىٰ ظلما﴾ ح:٢٧٦٦، ٥٧٦٤ وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، ح:٨٩)

"سات مہلک کاموں سے بچ کر رہو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ سات کام کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

① اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

② جادو کرنا

③ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق قتل کرنا

④ سود خوری

⑤ یتیموں کا مال کھانا

⑥ کفار سے مقابلے کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔

⑦ پاک دامن اور عفت مآب اہل ایمان عورتوں پر تہمت طرازی۔"

جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے (یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں) کہ آپ نے فرمایا:

«حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ»(جامع الترمذي، الحدود، باب حد الساحر، ح:١٤٦٠)

"جادوگر کی حد (سزا) یہ ہے کہ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے"۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ روایت موقوف (صحابی کا قول) ہے۔

بجالہ بن عبدۃ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھا:

«اُقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ وَّسَاحِرَةٍ، قَالَ: فَقَتَلْنَا ثَلَاثَ سَوَاحِرَ»(صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب، ح:٣١٥٦ وسنن أبي داود، الخراج، باب في أخذ الجزية من المجوس، ح:٣٠٤٣ ومسند أحمد:١/ ١٩٠، ١٩١ واللفظ له)

"ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کر دو۔ بجالہ مزید کہتے ہیں سو ہم نے تین جادوگرنیوں کو قتل کیا۔"

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے:

«أَنَّهَا أَمَرَتْ بِقَتْلِ جَارِيَةٍ لَّهَا سَحَرَتْهَا، فَقُتِلَتْ، وَكَذٰلِكَ صَحَّ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ أَحْمَدُ: عَنْ ثَلَاثَةٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ»(الموطأ للإمام مالك، العقول، باب ما جاء في الغيلة والسحر، ح:٤٦)

"ان کی ایک لونڈی نے انہیں جادو کر دیا تو انہوں نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا' چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا تھا۔

اسی قسم کا قول جندب رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جادوگر کو قتل کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صحابہ (جندب' عمر اور حفصہ) رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔"

مسائل

① اس باب میں سورۂ بقرہ کی آیت ۱۰۲ کی تفسیر ہے جس میں جادوگروں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

② نیز اس باب سے سورۂ نساء کی آیت ۵۱ کی بھی تفسیر ہوئی جس میں بیان ہے کہ یہود' جادو اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں۔

③ جبت اور طاغوت کے معانی اور ان کے مابین فرق بھی واضح ہوا۔

④ طاغوت' جن بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی۔

⑤ مذکورہ حدیث سے ان سات کاموں کا بھی علم ہوا جو انتہائی مہلک اور خاص طور پر ممنوع ہیں۔

⑥ یہ بھی معلوم ہوا کہ جادوگر کافر ہیں۔

⑦ جادوگر کو فوراً قتل کر دیا جائے اور اسے توبہ اور رجوع کی مہلت بھی نہ دی جائے۔

⑧ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی جادوگر موجود تھے تو اس سے بعد کے ادوار میں کیا حال ہو گا؟

باب : ۲۴

جادو کی بعض اقسام کا بیان

قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کی وضاحت فرمائی:

«إِنَّ الْعِيَافَةَ وَالطَّرْقَ وَالطِّيَرَةَ مِنَ الْجِبْتِ»

"پرندوں کو اڑا کر فال لینا، زمین پر لکیریں کھینچنا (علم رمل) اور کسی چیز کو دیکھ کر بدفالی (بدشگونی) لینا، یہ سب جادو کی اقسام ہیں۔"

عوف کہتے ہیں "العِيَافَة" سے مراد ہے پرندوں کو اڑا کر فال لینا، اور "الطَّرْقُ" سے زمین پر لکیریں کھینچنا مراد ہے۔ (یہ علم آج کل "علم رمل" کہلاتا ہے۔) حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: شیطانی آہ و بکاء اور چیخ و پکار "جبت" ہے۔ ①

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ النُّجُومِ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ، زَادَ مَا زَادَ» (سنن أبي دواد، الكهانة والتطير، باب في النجوم، ح:٣٩٠٥)

"جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ سیکھا، اس نے اسی قدر جادو سیکھا۔ جتنا زیادہ سیکھتا جائے، اس کی وجہ سے گناہ میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جائے گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً، ثُمَّ نَفَثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَ، وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُّكِلَ إِلَيْهِ» (سنن النسائى، تحريم الدم، باب الحكم في السحرة، ح:٤٠٨٤)

---

① سنن ابی داود، الکھانۃ والتطیر، باب فی الخط وزجر الطیر، حدیث: 3907، 3908 و مسند احمد: 5/60، 3/477۔

''جس نے گرہ باندھ کر اس پر پھونک ماری، تحقیق اس نے جادو کیا۔ اور جس نے جادو کیا وہ شرک کا مرتکب ہوا۔ اور جو کوئی (اپنے گلے، ہاتھ، بازو وغیرہ پر) کوئی چیز (باندھے یا) لٹکائے تو وہ اسی کے سپرد کردیا جاتا ہے۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَلاَ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ: الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ»(صحيح مسلم، البر والصلة والأدب باب تحريم النميمة ح:٢٦٠٦ ومسند أحمد ١/ ٤٣٧)

''کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ جادو کیا ہے؟ (پھر خود ہی فرمایا) وہ چغلی ہے یعنی لوگوں کے درمیان (فتنہ اور لڑائی) کی باتیں کرنا۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا»(صحيح البخارى، النكاح، باب الخطبة، ح:٥١٤٦، ٥٧٦٧ ومسند أحمد: ٢/ ١٦، ٥٩، ٦٣، ٩٤)

''کسی کسی کے بیان کرنے میں بھی جادو کی سی تاثیر ہوتی ہے۔''

مسائل

① اس باب سے معلوم ہوا کہ ''العِيَافَة''، ''الطَّرْق'' اور ''الطِّيَرَة'' سب جادو کی اقسام ہیں۔
② ان تینوں کا معنی و مفہوم بھی خوب واضح ہوا۔
③ علم نجوم جادو ہی کی ایک صورت ہے۔
④ گرہ لگانا اور پھونک مارنا بھی جادو ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔
⑤ چغلی بھی جادو کی ایک صورت ہے۔
⑥ بعض لوگوں کا فصیح و بلیغ کلام، بسا اوقات جادو کی سی تاثیر رکھتا ہے۔

باب : ۲۵

نجومیوں اور غیب کا دعوٰی کرنے والوں کا بیان

بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے روایت ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا»(صحيح مسلم، السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان، ح: ٢٢٣٠ دون قوله :فصدقه،فهو عند أحمد في المسند: ٤/ ٦٨، ٥/ ٣٨٠)

"جس نے کسی نجومی کے پاس جا کر کچھ دریافت کیا اور پھر اس کی بتائی ہوئی بات کو سچ سمجھا تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ»(سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في الكهان، ح: ٣٩٠٤)

"جس شخص نے کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ،فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ»(مسند أحمد: ٢/ ٤٢٩، والمستدرك للحاكم: ١/ ٨ وسنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ١٣٥)

"جس نے کسی نجومی یا کاہن کے پاس جا کر اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔"

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ سَحَرَ أَوْ

سُحِرَ لَهُ، وَمَنْ أَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُولُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ»(مسند البزار، ح:٣٠٤٤ ومجمع الزوائد، الطب، باب في السحر والکهانة . . .، ح:٨٤٨٠)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو فال نکالے' یا نکلوائے' کہانت کرے یا کرائے' جادو کرے یا کرائے۔ اور جس کسی نے کاہن کے پاس جا کر اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔"

اس حدیث کو بزار نے بسند جید روایت کیا ہے۔ جبکہ یہی حدیث' امام طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ اس میں "مَنْ اَتٰی کَاهِنًا" سے آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "عراف" وہ ہے جو علامات کی روشنی میں چوری شدہ یا گم شدہ چیز کی نشان دہی کرے یا اسی طرح کے دوسرے امور کی معرفت کا دعویٰ کرے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ "عراف" اور "کاہن" ایک ہی ہوتا ہے یعنی وہ شخص جو مستقبل میں رونما ہونے والے امور کی خبر دیتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جو دل کی بات بتائے وہ "کاہن" کہلاتا ہے۔

ابوالعباس امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "عراف" ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق "کاہن' نجومی' رمال" اور اس قسم کے تمام لوگوں پر ہوتا ہے۔ جو اپنے اپنے طریقوں سے بعض امور و واقعات کی خبر دیتے ہیں۔ [1] عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

جو لوگ حروف ابجد لکھ کر حساب کرتے اور نجوم (ستاروں) سے رہنمائی لیتے ہیں میرے خیال میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں کچھ نہیں۔ [2]

---

[1] فتاوی ابن تیمیة:۱۷۳/۳۵

[2] مصنف عبدالرزاق:۲۶/۱۱ و السنن الکبری للبیهقی:۱۳۹/۸

مسائل

① اس بحث سے معلوم ہوا کہ قرآن پر ایمان اور کاہنوں کی تصدیق یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی متضاد ہیں' اس لیے یہ ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔
② اس باب میں یہ صراحت بھی ہے کہ کاہن کی تصدیق کرنا کفر ہے۔
③ کہانت کروانے والے۔
④ فال نکلوانے والے۔
⑤ اور جادو کروانے والے کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔
⑥ حروف ابجد لکھ کر حساب کرنے والوں کی مذمت بھی بیان ہوئی ہے۔
⑦ نیز اس باب میں "کاہن" اور "عراف" کے مابین فرق کی وضاحت کی گئی ہے۔

باب: ٢٦

جادو ٹونے کے ذریعے جادو کا علاج کرنے کی ممانعت

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "نشرہ" یعنی جادو کے ذریعے سے جادو کے علاج کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

«هِيَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ»(مسند أحمد بسندٍ جيدٍ:٣/ ٢٩٤ وسنن أبي داود، الطب، باب في النشرة، ح:٣٨٦٨)

"یہ شیطانی عمل ہے۔"

امام ابوداود رحمہ اللہ کہتے ہیں، امام احمد رحمہ اللہ سے یہی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سب کاموں کو ناجائز کہتے تھے۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ابن مسیب رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ اگر کسی پر جادو کا اثر ہو یا کوئی ایسا ٹونا جس کے سبب وہ اپنی بیوی کے قریب نہ آ سکتا ہو تو کیا اس کا دفعیہ کرنا یا اس کو باطل کرنے کے لیے کلام استعمال کرنا درست ہے؟ انہوں نے جواب دیا: "اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے پڑھنے والے کا مقصود اصلاح ہے، نفع مند اور مفید شے کے استعمال کی ممانعت نہیں۔ [1] حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "جادوگر ہی جادو کو (غیر شرعی طریقے سے) زائل کر سکتا ہے۔" [2]

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سحرزدہ سے جادو کو زائل کرنا "نشرہ" کہلاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

---

[1] (صحیح بخاری، الطب، باب هل يستخرج السحر، ٤٩ (تعليقًا)

[2] (فتح الباری، ١٠/ ٢٨٧)

ایک قسم تو یہ ہے کہ جادو کو جادو کے ذریعے سے زائل کیا جائے۔ یہ ناجائز اور شیطانی عمل ہے۔ اس صورت میں جادو کا علاج کرنے والا اور جادو سے متاثر' دونوں شخص شیطان کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کے پسندیدہ کام کرتے ہیں اور وہ ایسے امور بجالاتے ہیں کہ شیطان خوش ہو کر سحرزدہ سے اپنا اثر ہٹا لیتا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اسی معنی پر محمول کیا جائے گا۔ سحرزدہ سے جادو کا اثر زائل کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ دم' تعوذات' ادویات اور جائز و مباح ادعیہ کے ساتھ اس کا علاج کیا جائے۔ یہ بلاشبہ جائز ہے۔ [1]

مسائل

① اس باب سے ثابت ہوا کہ جادو کے ذریعے جادو کا علاج کرنا منع ہے۔

② اس باب میں وضاحت کے ساتھ جائز اور ناجائز علاج کا بیان کیا گیا ہے جس سے تمام اشکالات اور شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

---

[1] (زادالمعاد ۴/ ۱۲۴ '۱۸۱)

باب: ۲۷

بدفالی اور بدشگونی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَلَآ إِنَّمَا طَـٰٓئِرُهُمْ عِندَ ٱللَّهِ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣١﴾ ﴾

(الأعراف٧/ ١٣١)

"خبردار! ان کی بدشگونی (نحوست) اللہ کے ہاں مقدر ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالُوا۟ طَـٰٓئِرُكُم مَّعَكُمْ ۚ أَئِن ذُكِّرْتُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿١٩﴾ ﴾

(يس٣٦/ ١٩)

"رسولوں نے کہا: تمہاری نحوست تمہارے ہی ساتھ ہے۔ کیا (تم یہ باتیں) اس لیے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے؟ بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) تم لوگ حد سے تجاوز کر چکے ہو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ عَدْوٰى وَلاَ طِيَرَةَ وَلاَ هَامَةَ وَلاَ صَفَرَ»(صحيح البخاري، الطب، باب لا هامة، ح:٥٧٥٧ وصحيح مسلم، السلام، باب لا عدوٰى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، ولا نوء ولا غول، ح: ٢٢٢٠، زاد مسلم: "ولا نوء ولا غول")

"کوئی بیماری متعدی نہیں، بدفالی اور بدشگونی کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ نہ اُلو کا بولنا (کوئی برا اثر رکھتا) ہے اور نہ ماہ صفر (منحوس) ہے۔"

صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے: "ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ بھی بے اصل ہے اور بھوتوں کا بھی بذاتہ کوئی اثر نہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ عَدْوٰی وَلاَ طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ۔ قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ»(صحيح البخاري، الطب، باب لا عدوٰی، ح:٥٧٧٦ وصحيح مسلم، السلام، باب الطيرة والفأل ح:٢٢٢٤)

"کوئی بیماری متعدی نہیں۔ نہ بدفالی و بد شگونی کی کچھ حقیقت ہے البتہ مجھے فال پسند ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: فال سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: عمدہ اور بہترین بات (سن کر حسن انجام کی امید رکھنا۔)"

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کے پاس بدفالی اور بد شگونی کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا ان سب سے بہتر فال ہے اور یہ کسی مسلمان کو اس کے مقصود سے روک نہ دے۔ چنانچہ جب کوئی شخص ناپسندیدہ چیز دیکھے تو یہ دعا کرے:

«اَللّٰهُمَّ لاَ يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلاَّ أَنْتَ، وَلاَ يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلاَّ أَنْتَ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِكَ»(سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في الطيرة، ح:٣٩١٩)

"یااللہ! تیرے سوا کوئی بھلائیاں لا سکتا ہے نہ کوئی برائیوں کو دور کر سکتا ہے۔ اور تیری توفیق کے بغیر ہم میں بھلائی کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی ہمت۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، وَمَا مِنَّا إِلاَّ...وَلٰكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ»(سنن أبي داود، الكهانة والطيرة، باب في التطير، ح:٣٩١٠ وجامع الترمذي، السير، باب ما جاء في الطيرة، ح:١٦١٤)

"بدفالی شرک ہے، بد شگونی شرک ہے، اور ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے (بتقاضائے بشریت) ایسا وہم نہ ہوتا ہو مگر اللہ رب العزت توکل کی وجہ سے اس کو ہم سے رفع فرما دیتا ہے۔"

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اپنے کسی کام سے بدفالی کی بنا پر رکا اس نے شرک کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے

دریافت کیا اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا کفارہ یہ دعا ہے:

«اَللّٰهُمَّ لاَ خَيْرَ إِلاَّ خَيْرُكَ، وَلاَ طَيْرَ إِلاَّ طَيْرُكَ وَلاَ إِلٰهَ غَيْرُكَ» (مسند أحمد: ٢/ ٢٢٠)

"یااللہ! تیری بھلائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہیں۔ اور تیرے شگون کے علاوہ کوئی شگون نہیں۔ اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّمَا الطِّيَرَةُ مَا أَمْضَاكَ أَوْ رَدَّكَ» (مسند أحمد: ١/ ٢١٣)

"بد شگونی وہ ہے جو تجھے کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرے یا اس سے روک دے۔"

مسائل

① اس باب میں سورۃ الاعراف کی آیت ۱۳۱ اور سورۂ یٰسٓ کی آیت ۱۹ کی تفسیر اور ان کا مفہوم بیان ہوا ہے۔

② اس باب کی احادیث میں امراض کے متعدی ہونے کی نفی ہے۔

③ اس میں بدفالی کی بھی نفی ہے۔

④ اور الو کی آواز سے بدفالی لینے کی ممانعت ہے۔

⑤ اور ماہ صفر کی نحوست کے عقیدہ کی بھی نفی ہے۔

⑥ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ نیک فالی منع نہیں بلکہ مستحب ہے۔

⑦ فال کے مفہوم کی بھی وضاحت ہوئی۔

⑧ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر بادلِ نخواستہ بدفالی کے وساوس اور خیالات دل میں پیدا ہو جائیں تو وہ مضر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کی وجہ سے ختم ہو جاتے ہیں۔

⑨ جس شخص کے دل میں بدفالی کے وساوس پیدا ہو جائیں وہ ان کو دور کرنے کے لیے ان احادیث میں بیان شدہ دعائیں پڑھ لیا کرے۔

⑩ اس بات کی بھی صراحت ہو گئی کہ بدفالی لینا شرک ہے۔

⑪ نیز اس بحث سے مذموم بدفالی کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

باب: ۲۸

علم نجوم کی شرعی حیثیت

صحیح بخاری میں قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین مقاصد کے لیے پیدا کیا ہے:

① "آسمان کی زینت کے لیے'

② شیاطین کو مارنے اور بھگانے کے لیے'

③ بحر و بر میں راہ معلوم کرنے کے لیے۔

جو شخص ان کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے اس نے غلطی کی اور ہر قسم کی بھلائی سے خود کو محروم کرلیا۔ اور اس نے ایسے امر کا تکلف کیا جس کا اسے کچھ علم نہیں۔"[1]

حرب رحمہ اللہ کا بیان ہے: قتادہ رحمہ اللہ نے منازل قمر کا علم سیکھنے کو مکروہ اور ناپسند گردانا ہے۔ اور ابن عیینہ رحمہ اللہ نے بھی اس علم کے حصول کی اجازت نہیں دی۔

امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق رحمہ اللہ نے اس علم کے حصول کی اجازت دی ہے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلاَثَةٌ لاَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَقَاطِعُ الرَّحِمِ، وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ»(مسند أحمد: ٣٩٩/٤ وموارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، ح: ١٣٨١)

"تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

① عادی شراب خور'

② قطع رحمی کرنے والا'

③ اور جادو کو برحق ماننے والا۔"

---

[1] صحیح بخاری' بدء الخلق' باب فی النجوم' بعد حدیث: 3198۔

مسائل

① اس بحث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کن مصالح کے پیش نظر ستاروں کی تخلیق کی ہے۔
② ستاروں کی تخلیق کے حوالے سے انھیں مزید کچھ سمجھنے والوں کی بھی اس بحث سے تردید ہوتی ہے۔
③ یہ بھی معلوم ہوا کہ علم منازل قمر کے بارے میں اہل علم کی آراء مختلف ہیں۔
④ نیز مذکور حدیث میں جادو کی تصدیق کرنے پر وعید بھی بیان ہوئی ہے۔

باب: ۲۹

ستاروں کے اثر سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴿٨٢﴾ ﴾ (الواقعة٥٦/ ٨٢)

"اور تم نے اللہ کی (نعمتوں کی) تکذیب کو اپنا وظیفہ بنا رکھا ہے۔"

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لاَ يَتْرُكُونَهُنَّ: اَلْفَخْرُ بِالأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الأَنْسَابِ، وَالاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ، وَقَالَ: اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ، وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ»(صحيح مسلم، الجنائز، باب التشديد في النياحة، ح: ٩٣٤ ومسند أحمد: ٥/ ٣٤٢، ٣٤٤)

"جاہلیت کے چار کام ایسے ہیں جنہیں میری امت کے لوگ ترک نہیں کریں گے:

(۱) حسب و نسب اور خاندانی شرف و فضیلت پر فخر کرنا۔

(۲) دوسروں کے نسب اور خاندان میں نقص اور عیب نکالنا اور طعنہ زنی کرنا۔

(۳) ستاروں کے اثر سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا۔

(۴) نوحہ کرنا۔

نیز آپ نے فرمایا کہ: "نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اسے گندھک کی شلوار اور خارش کی قمیص پہنا کر اٹھایا جائے گا۔"

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلاَةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ

تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ»(صحيح البخاري، الاستسقاء، باب قوله تعالى ﴿وتجعلون رزقكم أنكم تكذبون﴾ ح:١٠٣٨ وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كفر من قال مطرنا بالنوء، ح:٧١)

''رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر رات بارش ہونے کے بعد ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض نے مجھ پر ایمان کی حالت میں صبح کی اور بعض نے کفر کی حالت میں، ان میں سے جنھوں نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ میرے مومن ہیں اور ستاروں کے کافر۔ اور جنھوں نے کہا کہ ہم پر یہ بارش ستاروں کی وجہ سے ہوئی، وہ میرے کافر ہوئے اور ستاروں پر ایمان لائے۔''

اسی مفہوم کی ایک حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، اس میں یوں ہے، آپ نے فرمایا: ''بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارہ مفید ثابت ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں یہ آیات نازل فرمادیں۔''

﴿ ۞ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَٰقِعِ ٱلنُّجُومِ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهُۥ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿٧٦﴾ إِنَّهُۥ لَقُرْءَانٌ كَرِيمٌ ﴿٧٧﴾ فِى كِتَٰبٍ مَّكْنُونٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٠﴾ أَفَبِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ﴿٨١﴾ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴿٨٢﴾ ﴾ (الواقعة٥٦/ ٧٥-٨٢)

''مجھے قسم ہے ستاروں کی منازل کی۔ اگر سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔ بے شک یہ قرآن مجید بلند مرتبہ والا ہے۔ جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اسے وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک

ہیں۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ تو پھر کیا تم اس کلام سے بے اعتنائی اور بے مروتی کرتے ہو اور اس کی تکذیب کرنے کو اپنا وظیفہ بناتے ہو۔"[1]

مسائل

① اس باب میں سورۃ الواقعہ کی آیات کی تفسیر ہے۔
② ان چار امور کا ذکر بھی ہے جو جاہلیت کی رسوم ہیں۔
③ ان چار میں سے بعض کام کفر ہیں۔
④ کفر کی بعض اقسام ایسی بھی ہیں جن کے ارتکاب سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔
⑤ حدیث کے الفاظ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' میرے بندوں میں سے بعض نے ایمان کی حالت میں صبح کی اور بعض نے کفر کی حالت میں) سے معلوم ہوا کہ مومن و کافر کی پہچان حصول نعمت کی وجہ ہی سے ہو جاتی ہے۔
⑥ یہ بحث پڑھنے کے بعد ایمان کی حقیقت پر بھی خوب غور کرنا چاہیے کہ یہ کس قدر نازک معاملہ ہے۔
⑦ کفر کی حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ بعض اوقات بظاہر معمولی سی بات کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔
⑧ ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا اور ان کو اپنے لیے مفید (یا نقصان دہ) سمجھنا انتہائی غلط بلکہ کفر ہے۔
⑨ ﴿أَتَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟﴾ (جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟) سے ثابت ہوا کہ طالب علموں کو بات ذہن نشین کرانے کے لیے استفہامی انداز اختیار کرنا جائز ہے۔
⑩ اور اس باب میں نوحہ کی مذمت اور نوحہ کرنے والیوں کے لیے عذاب اور وعید کا ذکر بھی ہے۔

---

[1] (صحیح مسلم' الایمان' باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء' حدیث:۷۳)

باب: ۳۰

اللہ تعالیٰ کی محبت دین کی بنیاد ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ﴾
(البقرة٢/ ١٦٥)

"اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا ہمسر اور شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے یوں محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت ہونی چاہیے۔"

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٤﴾ ﴾ (التوبة٩/ ٢٤)

"(اے محمد!) آپ کہہ دیں کہ اگر تمھارے آباء، بیٹے، بھائی، بیویاں، عزیز و اقارب اور جمع کردہ مال اور تجارت جس کے ماند پڑنے کا تمہیں خدشہ رہتا ہے اور تمھارے گھر جو تمہیں پسند ہیں، یہ چیزیں اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ (عذاب) لے آئے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نصیب نہیں کرتا۔"

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ»(صحيح البخاري، الإيمان، باب حب الرسول من الإيمان، ح:١٥ وصحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب محبة الرسول أكثر من الأهل والولد والوالد

والناس أجمعين، ح: ٤٤)

"تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنی اولاد، (ماں) باپ اور باقی تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔"

انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلاَثٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلاَوَةَ الإِيمَانِ، أَنْ يَّكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لاَ يُحِبُّهُ إِلاَّ للهِ، وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ» (صحيح البخاري، الإيمان، باب حلاوة الإيمان، ح: ١٦، ٢١، ٦٩٤١ وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإيمان، ح: ٤٣)

"تین اوصاف جس آدمی میں ہوں وہ ان کی بدولت ایمان کی مٹھاس پالیتا ہے:

(۱) وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب سمجھے۔

(۲) کسی سے محبت کرے تو محض اللہ تعالیٰ کے لیے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچالیا ہے تو اب وہ کفر کو اس طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔"

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

«لاَ تَجِدُ أَحَدٌ حَلاَوَةَ الإِيمَانِ حَتَّى . . . » (صحيح البخاري، الأدب، باب الحب في الله، ح: ٦٠٤١)

"کوئی شخص اس وقت تک ایمان کی حلاوت (مٹھاس) نہیں پاسکتا جب تک (اس میں مذکورہ تین اوصاف نہ ہوں۔)"

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«مَنْ أَحَبَّ فِي اللهِ، وَأَبْغَضَ فِي اللهِ، وَوَالَى فِي اللهِ، وَعَادٰى فِي اللهِ، فَأَنَّمَا تُنَالُ وَلاَيَةُ اللهِ بِذٰلِكَ وَلَنْ يَّجِدَ عَبْدٌ طَعْمَ الإِيمَانِ وَإِنْ

كَثُرَتْ صَلاَتُهُ وَصَوْمُهُ حَتَّى يَكُونَ كَذٰلِكَ، وَقَدْ صَارَتْ عَامَّةُ مُؤَاخَاةِ النَّاسِ عَلٰى أَمْرِ الدُّنْيَا، وَذٰلِكَ لاَ يُجْدِي عَلٰى أَهْلِهِ شَيْئًا»

(رواه ابن المبارك في كتاب الزهد، ح: ٣٥٣ وابن أبي شيبة في المصنف بالشطر الأول فقط، ح: ٣٤٧٥٩ وأخرجه الطبراني أيضا موقوفا على ابن عمر في المعجم الكبير: ١٢/ ١٣٥٣٧)

"جو شخص کسی سے محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھے' اور اللہ ہی کے لیے کسی سے بغض رکھے' اور کسی سے دوستی ہو یا دشمنی وہ بھی محض اللہ ہی کے لیے ہو تو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی) انہی کاموں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ (یعنی انہی کاموں سے انسان اللہ کا ولی اور محبوب بن سکتا ہے) اور کوئی بھی شخص ان امور کے بغیر ایمان کا ذائقہ اور چاشنی حاصل نہیں کر سکتا خواہ وہ بکثرت نمازیں پڑھتا ہو یا بکثرت روزے رکھتا ہو۔ عام لوگوں کی آپس میں محبت اور تعلقات دنیوی امور پر استوار ہیں' حالانکہ یہ عمل ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً سودمند نہ ہو گا۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

﴿ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ ٱلْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ ﴾ (البقرة٢/ ١٦٦)

("قیامت کے روز ان کے سارے اسباب و وسائل ختم ہو جائیں گے۔") کی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں اسباب و وسائل سے "دوستی' محبت اور تعلقات" مراد ہیں۔ [1]

مسائل

① اس باب سے سورۂ بقرۃ کی آیت ۱۶۵ کی تفسیر معلوم ہوئی۔

② اور سورۂ توبہ کی آیت ۲۴ کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

③ اپنی جان' اہل و عیال اور مال و منال کے مقابلہ میں سب سے زیادہ محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے کا وجوب ثابت ہوا۔

---

[1] (تفسیر ابن جریر' ۲۰۰۴ و تفسیر ابن ابی حاتم' ۱۴۹۲)

④ بعض اوقات ایمان کی نفی کا مطلب دائرہ اسلام سے خروج نہیں ہوتا بلکہ اس سے ایمان کی کمی مراد ہوتی ہے۔
⑤ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کی ایک چاشنی ہے تاہم کبھی اس کا احساس ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔
⑥ چار قلبی اعمال ایسے ہیں جن کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی اور محبت) حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ان کے بغیر ایمان کا ذائقہ چکھ سکتا ہے۔
⑦ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واقعات و حقائق کی روشنی میں جانتے تھے کہ عام لوگوں کے باہمی تعلقات اور میل جول محض دنیا کی خاطر ہیں۔
⑧ اس باب سے "وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَاب" کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔
⑨ اور بعض لوگ مشرک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔
⑩ سورۂ توبہ کی آیت میں مذکور آٹھ اشیاء جس شخص کو اپنے دین سے زیادہ پیاری ہوں، اس کے لیے سخت عذاب کی وعید ہے۔
⑪ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی کا اپنے باطل معبود سے اللہ تعالیٰ کی سی محبت رکھنا بھی "شرک اکبر" ہے۔

باب: ۳۱

ڈر اور خوف کو اللہ کیلئے خالص کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۷۵)

''یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ تم ان سے نہ ڈرو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو صرف مجھ سے ڈرو۔''

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا ٱللَّهَ فَعَسَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ أَن يَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾ ﴾ (التوبة۹/ ۱۸)

''اللہ کی مساجد کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یقیناً ایسے لوگ ہی ہدایت پانے والوں میں سے ہیں۔''

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ فَإِذَآ أُوذِىَ فِى ٱللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ ٱلنَّاسِ كَعَذَابِ ٱللَّهِ ﴾ (العنکبوت۲۹/ ۱۰)

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے مگر جب ان کو اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچے تو وہ لوگوں کی ایذا رسانی کو یوں سمجھتے ہیں جیسے وہ اللہ کا عذاب ہو۔''

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ ضَعْفِ الْيَقِينِ أَنْ تُرْضِيَ النَّاسَ بِسَخَطِ اللهِ، وَأَنْ تَحْمَدَهُمْ عَلٰى رِزْقِ اللهِ، وَأَنْ تَذُمَّهُمْ عَلٰى مَا لَمْ يُؤْتِكَ اللهُ، إِنَّ رِزْقَ اللهِ لَا يَجُرُّهُ حِرْصُ حَرِيصٍ، وَّلَا يَرُدُّهُ كَرَاهِيَةُ كَارِهٍ»(شعب الإيمان، الخامس من شعب الإيمان، وهو باب في أن القدر. . .، ح:۲۰۷)

"بلاشبہ یہ (ایمان اور اللہ پر) یقین کی کمزوری کی علامات ہیں کہ تو اللہ کی ناراضی مول لے کر لوگوں کو خوش کرے۔ اور اللہ نے جو رزق لوگوں کو دے رکھا ہے اس پر تو ان کی مدح و ستائش کرے اور جو رزق اللہ نے (لوگوں کو دیا ہے لیکن) تجھے نہیں دیا اس پر تو ان کی مذمت کرے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رزق کو نہ کسی حریص کا حرص کھینچ کر لا سکتا ہے اور نہ کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی اسے روک سکتی ہے۔"

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَرْضٰى عَنْهُ النَّاسَ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ سَخِطَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَسْخَطَ عَلَيْهِ النَّاسَ»(موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، ح:۱۵٤۱-۱۵٤۲ وجامع الترمذي، ح:۲٤۱٤ وله ألفاظ أخرى)

"جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی رکھے' اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی رکھتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طالب ہو' اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے۔"

مسائل

① اس باب سے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۷۵ کی تفسیر ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ترغیب ہے۔

② سورۂ توبہ کی آیت ۱۸ کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرنے والوں کی صفات مذکور ہیں۔

(۳) سورۃ العنکبوت کی آیت ۱۰ کی تفسیر بھی واضح ہوئی جس میں کمزور ایمان والوں کا ذکر ہے۔
(۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کبھی قوی اور کبھی کمزور ہوتا رہتا ہے۔
(۵) ایمان کی کمزوری کی تین علامات بھی بیان ہوئی ہیں۔
(۶) یہ بھی ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اسی کا خوف کھانا ایک دینی و شرعی فریضہ ہے۔
(۷) اس تفصیل سے، صرف اللہ تعالیٰ کا خوف، ڈر اور خشیت رکھنے والوں کی فضیلت اور ان کو اس کے نتیجے میں ملنے والے ثواب کا علم بھی ہو گیا۔
(۸) اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص غیراللہ سے ڈرے اور اس کا خوف کھائے تو اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔

باب : ۳۲

صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے

اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

﴿ وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٣﴾ ﴾ (المائدة٥/ ٢٣)

"اور اگر تم صاحب ایمان ہو تو صرف اللہ پر توکل کرو۔"

اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ ﴾ (الأنفال٨/ ٢)

"صحیح معنوں میں اہل ایمان وہ ہیں جن کے دل، اللہ کے ذکر سے لرز جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کی جائیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَسْبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ ﴾ (الأنفال٨/ ٦٤)

"اے نبی! آپ کو اور آپ کے پیروکار اہل ایمان کو بس اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ﴾ (الطلاق٦٥/ ٣)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو اس کے لیے وہی کافی ہے۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا:

﴿ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾ (آل عمران٣/ ١٧٣)

"ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

اسی طرح جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

﴿ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدۡ جَمَعُواْ لَكُمۡ فَٱخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ إِيمَـٰنًا ﴾ (آل عمران۳/ ۱۷۳)

''کہ کافروں نے آپ کے مقابلہ کے لیے لشکر جمع کر لیا ہے ان سے ڈرو تو ان کا ایمان مزید بڑھ گیا۔'' اور کہنے لگے:

﴿ حَسۡبُنَا ٱللَّهُ وَنِعۡمَ ٱلۡوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۷۳)

''ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے'' [1]

مسائل

① اس بحث سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اور بھروسہ رکھنا دینی فریضہ ہے۔

② اللہ پر توکل ایمان کی شرطوں میں سے بھی ہے۔

③ اس تفصیل سے سورۃ الانفال کی آیت ۲ کی تفسیر بھی ہوئی۔

④ واضح رہے کہ سورۃ الانفال کی اس آیت کی تفسیر میں آخری جملہ ﴿ وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ ہے۔

⑤ سورۃ الطلاق کی آیت ۳ کی تفسیر بھی واضح ہوئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں ان کے لیے وہی کافی ہے۔

⑥ کلمہ ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل ﴾ کی اہمیت، فضیلت اور عظمت بھی عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دو خلیلوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی مشکل اور شدید پریشانی کے عالم میں یہی کلمہ پڑھا۔

---

[1] (صحیح بخاری، التفسیر، باب تفسیر سورۃ آل عمران، حدیث: ۴۵۶۳)

باب : ۳۳

اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے

ارشاد الٰہی ہے:
﴿ أَفَأَمِنُواْ مَكْرَ ٱللَّهِۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿٩٩﴾ ﴾ (الأعراف٧/ ٩٩)
"کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہیں۔ اللہ کی تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہوں۔"
نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿ وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِۦٓ إِلَّا ٱلضَّآلُّونَ ﴿٥٦﴾ ﴾ (الحجر١٥/ ٥٦)
"اور گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔"
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کبیرہ گناہ کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا:
«اَلشِّرْكُ بِاللهِ، وَالْيَأْسُ مِنْ رَّوْحِ اللهِ، وَالأَمْنُ مِنْ مَّكْرِ اللهِ»(مسند البزار، ح:١٠٦ ومجمع الزوائد:١/ ١٠٤)
"اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا، اور اللہ کی تدبیر اور گرفت سے بے خوف ہونا۔"
ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
«أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ: الإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَالأَمْنُ مِنْ مَّكْرِ اللهِ، وَالْقُنُوطُ مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ، وَالْيَأْسُ مِنْ رَّوْحِ اللهِ»(مصنف عبدالرزاق:١٠/ ٤٥٩ ومعجم الكبير للطبراني، ح:٨٧٨٣)

"سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہونا' اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا اور اللہ کے فضل سے مایوس ہونا۔"

مسائل

① اس باب سے سورۃ الاَعراف کی آیت ۹۹ کی تفسیر معلوم ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف رہنے والوں کو خسارہ پانے والے قرار دیا گیا ہے۔

② سورۃ الحجر کی آیت ۵٦ کی تفسیر بھی واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے والے لوگ گم راہ ہیں۔

③ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف رہنا اور

④ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

باب : ۳۴

اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرنا ایمان باللہ کا حصہ ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١﴾ ﴾ (التغابن ٦٤/ ١١)

"اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے' اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔"

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس سے مراد وہ شخص ہے جسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر اس پر راضی ہو اور دل سے اسے تسلیم کرے۔" (۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ»(صحيح مسلم، الإيمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن في النسب والنياحة، ح:٦٧، ومسند أحمد: ٢/ ٣٧٧، ٤٤١، ٤٩٦)

"لوگوں میں دو کام ایسے ہیں جو کفر ہیں' ایک تو کسی کے نسب پر طعن کرنا اور دوسرے میت پر نوحہ کرنا۔"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ»(صحيح البخاري، الجنائز، باب ليس منا من ضرب الخدود، ح:١٢٩٧

---

(۱) (تفسیر ابن جریر الطبری' رقم:۳۶۴۹۶)

وصحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب والدعاء بدعوى الجاهلية، ح:١٠٣ ومسند أحمد:١/٣٨٦، ٤٣٢، ٤٤٢)

"جو شخص صدمے کے وقت چہرے پر دو ہتڑ مارے، گریبان پھاڑے' اور جہالت کے بول بولے' وہ ہم میں سے نہیں۔"

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» (جامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء في الصبر على البلاء، ح:٢٣٩٦)

"جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر خواہی کرنا چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا دنیا ہی میں جلد دے دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ سختی کرنے کا ارادہ کرے تو اس سے اس کے گناہ کی سزا کو روک لیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پوری پوری سزا دے گا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا ہے:

«إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ» (جامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء في الصبر على البلاء، ح:٢٣٩٦)

"بڑی آزمائش کی جزا بھی بڑی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو جن لوگوں سے محبت ہو وہ انہیں آزماتا ہے۔ جو شخص اس آزمائش پر راضی ہو' اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور جو شخص اس آزمائش پر ناخوش ہو' اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناخوش اور اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔"

مسائل

① اس باب سے سورۃ التغابن کی آیت ۱۱ کی تفسیر واضح ہوتی ہے جس میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔

② نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں یعنی تقدیر پر صبر کرنا بھی ایمان باللہ کا حصہ ہے۔

③ کسی کے نسب پر طعن کرنا مذموم اور کفریہ کام ہے۔

④ صدمہ کے وقت چہرے پر دو ہتڑ مارنے گریبان پھاڑنے اور جہالت کے بول بولنے کی مذمت اور ایسا کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید بیان ہوئی ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ کس انداز پر اور کس طرح بھلائی کرتا ہے۔

⑥ اور اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر سختی کا ارادہ کرے تو اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔

⑦ یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی بندے سے محبت ہو تو اس کی علامت کیا ہے۔

⑧ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر ناخوش ہونا حرام ہے۔

⑨ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں پر راضی ہونے کا بہت زیادہ اجر ہے۔

باب: ۳۵

ریاکاری ایک مذموم عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَـٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴿١١٠﴾ ﴾ (الكهف١٨/ ١١٠)

"(اے پیغمبر ﷺ!) لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ایک انسان ہوں' البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا ایک ہی معبود ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو' اسے چاہیے کہ وہ اچھے اعمال کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ مَعِيَ فِيهِ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ»(صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب الرياء، ح: ٢٩٨٥)

"میں تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے مستغنی ہوں۔ جو شخص اپنے عمل میں میرے ساتھ غیر کو شریک کرے تو میں اسے اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں۔"

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ؟ قَالُوا: بَلٰى يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: الشِّرْكُ الْخَفِيُّ يَقُومُ الرَّجُلُ فَيُصَلِّي فَيُزَيِّنُ صَلٰوتَهُ لِمَا يَرٰى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ»(مسند أحمد: ٣/ ٣٠ وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الرياء والسمعة، ح: ٤٢٠٤)

"کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس کا مجھے تم پر مسیح دجال سے بھی زیادہ خوف ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟ (ضرور بتلایئے) آپ

نے فرمایا: وہ ہے "شرک خفی" کہ کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو اور وہ اپنی نماز کو محض اس لیے سنوار کر پڑھے کہ کوئی شخص اسے دیکھ رہا ہے۔"

مسائل

① اس باب سے سورۃ الکہف کی آیت ۱۱۰ کی تفسیر معلوم ہوئی کہ جسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید ہو وہ نیک اعمال کے ساتھ ساتھ شرک خفی (یعنی ریا) سے اجتناب ضرور کرے۔

② عمل صالح میں اگر غیراللہ کا معمولی سا بھی دخل ہو جائے تو وہ سارا عمل مردود اور ضائع ہو جاتا ہے۔

③ اور اس کا اساسی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے مکمل طور پر مستغنی ہے۔

④ ریا والے عمل کے ضیاع کا ایک سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے والے تمام شرکاء سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

⑤ نبی ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی ریا کا اندیشہ لاحق رہتا تھا۔

⑥ نبی ﷺ نے ریا کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرمایا: کوئی آدمی نماز جیسا عمل کرتے ہوئے محض اس لیے اسے عمدہ طور پر ادا کرے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔

باب: ۳٦

کسی نیک عمل سے دنیا کا طالب ہونا بھی شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَن كَانَ يُرِيدُ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَـٰلَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿١٥﴾ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ إِلَّا ٱلنَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا۟ فِيهَا وَبَـٰطِلٌ مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ ﴾ (هود١١/ ١٥-١٦)

"جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کے طالب ہیں، ان کے اعمال کا سارا بدلہ ہم انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔ اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ان کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں۔ انہوں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا وہ سب ضائع ہے اور جو کچھ کرتے رہے وہ سب برباد ہے۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَعِسَ عَبْدُالدِّينَارِ، تَعِسَ عَبْدُالدِّرْهَمِ، تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِيصَةِ، تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِيلَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ، طُوبٰى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَشْعَثَ رَأْسُهُ، مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ، إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَّهُ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ»(صحيح البخاري، الجهاد، باب الحراسة في الغزو في سبيل الله، ح: ٢٨٨٧)

"درہم و دینار (روپے پیسے) کا پجاری ہلاک ہوا۔ چادر اور کمبل کا پجاری ہلاک ہوا۔ اگر یہ چیزیں اسے مل جائیں تو خوش اور اگر نہ ملیں تو ناخوش۔ یہ برباد اور ذلیل و خوار

ہوا۔ اگر اسے کانٹا چبھے تو کوئی نہ نکالے، اور اس شخص کے لیے بہت بڑی سعادت ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے ہو، اس کا سر (یعنی بال) پراگندہ اور پاؤں گرد آلود ہوں، اگر اسے (اسلامی فوج کے) پہرے پر بٹھایا جائے تو پہرہ دے، اگر اسے (اسلامی لشکر کے) پچھلے حصے پر مقرر کیا جائے تو وہاں ڈیوٹی دے، اگر وہ اجازت مانگے تو اسے اجازت نہ ملے، اور اگر وہ کسی کے حق میں سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ ہو۔"

مسائل

① اس تفصیل سے واضح ہوا کہ انسان کا، آخرت میں کام آنے والے نیک اعمال کے بدلے، دنیا کا خواہش مند ہونا مذموم ہے۔
② سورۂ ہود کی آیات ۱۵، ۱۶ کی تفسیر بھی معلوم ہوئی جن میں طالب دنیا کی مذمت بیان ہوئی ہے۔
③ یہ معلوم ہوا کہ مسلمان آدمی کو درہم و دینار کا پجاری کہا جاسکتا ہے۔
④ ایسا پجاری کہ اگر اس کی آرزو پوری ہو تو سرتاپا خوش ورنہ ناخوش ہوتا ہے۔
⑤ اس حدیث میں الفاظ "تَعِسَ" اور "وَانْتَكَسَ" قابل غور ہیں۔
⑥ اور حدیث کے الفاظ "وَإِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ" بھی توجہ طلب ہیں۔
⑦ اور اس حدیث میں مذکور صفات کے حامل، مجاہد کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

باب: ۳۷

اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام یا حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنے میں علماء و امراء کی اطاعت ان کو رب کا درجہ دینا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«يُوشِكُ أَنْ تَنْزِلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَتَقُولُونَ قَالَ أَبُوبَكْرٍ وَّعُمَرُ»(مسند أحمد: ١/ ٣٣٧)

"(تمہارا یہی حال رہا تو) قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں، میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان سناتا ہوں اور تم (اس کے مدمقابل) ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی بات کرتے ہو۔"

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو حدیث کی سند اور اس کے صحیح ہونے کا علم ہو جانے کے بعد بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے پر عمل کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾ (النور ٢٤/ ٦٣)

"رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی فتنہ یا سخت عذاب نہ آپڑے۔"

جانتے ہو فتنہ کیا ہے؟ اس سے مراد "شرک" ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جو انسان رسول اللہ ﷺ کی کسی بات کو چھوڑ دے تو اس کے دل میں کجی آجائے اور وہ ہلاک ہو جائے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا:

﴿ ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلْمَسِيحَ

ٱبْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا ۖ لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَـٰنَهُۥ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾ (التوبة ٩/ ٣١)

"انہوں (یعنی عیسائیوں) نے اپنے علماء' بزرگوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنالیا' حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ ان شرکاء سے پاک ہے جن کو وہ اس کے شریک ٹھہراتے ہیں"۔

(حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' جو کہ پہلے عیسائی تھے' کہتے ہیں) میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم ان علماء اور بزرگوں کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔" آپ نے فرمایا "کیا ایسا نہیں تھا کہ تم اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حرام اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حلال سمجھتے تھے؟" میں نے کہا: "واقعی ایسا ہی ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہی ان کی عبادت ہے۔"[1]

مسائل

① اس باب سے سورۂ نور کی آیت ۶۳ کی تفسیر واضح ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور حکم عدولی کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

② نیز سورۃ التوبہ کی آیت ۳۱ کی تفسیر بھی معلوم ہوئی جس میں بیان ہے کہ یہودیوں نے کس طرح اپنے علماء اور بزرگوں کو اپنا رب بنالیا تھا۔

③ اس بحث سے عبادت کا معنی اور مفہوم بھی واضح ہوا کہ عبادت کا صرف وہ مفہوم نہیں جو عدی رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو اپنے علماء اور بزرگوں کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ آپ نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو علماء کے کہنے پر حرام سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو علماء کے کہنے پر حلال سمجھنا بھی ان علماء کی عبادت اور ان کو اپنا معبود گردانے کے مترادف ہے۔

---

① (جامع ترمذی' تفسیر القرآن' باب و من سورۃ التوبۃ' حدیث: ۳۰۹۵)

④ اس باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل کسی بھی ہستی کو پیش نہیں کیا جا سکتا خواہ اس کا مقام کتنا ہی بلند اور ارفع کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے نام، نبی کریم ﷺ کے بالمقابل پیش کرنے پر اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام پیش کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

⑤ اس بحث میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ اب حالات اس حد تک تبدیل ہو گئے ہیں کہ اکثر لوگوں کے نزدیک بزرگوں کی عبادت، ایک افضل ترین عمل کی حیثیت اختیار کر چکی ہے جسے اسے ولایت کہا جاتا ہے۔ اسی طرح علم وفقہ کے نام پر اہل علم کی عبادت ہوتی ہے۔ اور پھر بعد ازاں حالات اس قدر تبدیل ہو چکے ہیں کہ اللہ کے بالمقابل ایسے لوگوں کی بھی پرستش ہو رہی ہے جو مطلقاً صالح نہ تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان کی بھی پرستش ہو رہی ہے جو اصحاب علم نہیں بلکہ جاہل مطلق ہیں۔

باب: ۳۸

ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں بعض کی حقیقت

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا۟ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوٓا۟ إِلَى ٱلطَّٰغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓا۟ أَن يَكْفُرُوا۟ بِهِۦ وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ رَأَيْتَ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَآ أَصَٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَٰنًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ ﴾
(النساء٤/ ٦٠-٦٢)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) آپ پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) آپ سے پہلے نازل ہوئیں' ان سب پر ایمان رکھتے ہیں (مگر) چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جاکر فیصلہ کرائیں' حالانکہ انہیں طاغوت اور اس کے فیصلے کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول اللہ ﷺ کی طرف' تو آپ دیکھیں گے کہ منافق آپ سے اعراض کر کے رکے جاتے ہیں۔ اور پھر (ان کا) کیا حال ہوتا ہے جب ان کے اپنے اعمال کے سبب ان پر کوئی مصیبت آپڑے تو آپ کی خدمت میں آکر قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہم نے تو صرف اچھائی اور صلح کرانے کا ارادہ کیا تھا۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ قَالُوٓا۟ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾ ﴾
(البقرة٢/ ١١)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں، ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔"

اور مزید فرمایا:

﴿ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ﴾ (الأعراف ٧/ ٥٦)

"اور زمین میں، اس کی اصلاح کر دیے جانے کے بعد فساد نہ کرو۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾ ﴾ (المائدة: ٥/ ٥٠)

"(یہ لوگ اگر اللہ کے قانون کو نہیں مانتے) تو کیا پھر یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟"

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهِ»(قال النووي في الأربعين، ح: ٤١ حديث صحيح رويناه في كتاب الحجة بإسناد صحيح)

"تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی تمام تر خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہو جائیں جسے میں لایا ہوں۔"

شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک منافق اور یہودی کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ یہودی جانتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رشوت نہیں لیتے۔ اس نے کہا ہم یہ معاملہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اور منافق نے کہا: ہم یہ معاملہ یہود کے پاس لے چلتے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہودی رشوت لیتے ہیں۔ آخرکار دونوں اس بات پر راضی ہو گئے کہ بنو جہینہ کے ایک کاہن سے فیصلہ کرا لیا جائے۔ تو اس موقع پر سورۂ نساء کی آیت ٦٠ نازل ہوئی۔ [1] (آیت اور ترجمہ، باب کے آغاز میں گزر چکا ہے۔)

---

[1] تفسیر ابن جریر، 211/4۔

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن کا کسی معاملہ میں آپس میں اختلاف ہو گیا تھا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم یہ معاملہ محمد ﷺ کے پاس پیش کرتے ہیں۔ دوسرے نے کہا نہیں، یہ معاملہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس لے چلتے ہیں۔ چنانچہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے تو ان میں سے ایک نے سارا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے استفسار کیا جو رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ نہیں کرانا چاہتا تھا، کیا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! چنانچہ انہوں نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ [1]

مسائل

① اس بحث سے سورۂ نساء کی آیت ۶۰ کی تفسیر اور طاغوت کے معنی کی وضاحت ہوئی۔
② سورۂ بقرہ کی آیت ۱۱ کی تفسیر بھی معلوم ہوئی کہ فساد کرنے والے خود کو اصلاح کار کہتے ہیں۔
③ سورۂ اعراف کی آیت ۵۶ کی تفسیر بھی معلوم ہوئی جس میں، زمین میں فساد کرنے سے روکا گیا ہے۔
④ سورہ مائدہ کی آیت ۵۰ کی تفسیر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔
⑤ اس باب میں مذکور اول الذکر آیت کی تفسیر میں شعبی کا قول بھی سامنے آیا ہے۔
⑥ یہ بھی معلوم ہوا کہ سچا ایمان دار کون ہے اور جھوٹا کون۔
⑦ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کے ساتھ جو سلوک کیا اس میں بھی نصیحت موجود ہے۔
⑧ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تمام تر خواہشات رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے تابع نہ ہوں۔

---

[1] تفسیر الدر المنثور، 320/2۔

باب: ۳۹

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا انکار

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ ﴾ (الرعد۱۳/ ۳۰)

"اور یہ لوگ رحمان کو نہیں مانتے' آپ (ان سے) کہہ دیں کہ وہی (رحمٰن) میرا رب ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرا اسی پر بھروسہ اور وہی میری پناہ گاہ ہے۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "لوگوں کو وہی باتیں بتاؤ جنہیں وہ جان سکیں۔ (جو باتیں ان کے فہم و شعور سے بالا ہوں وہ سنا کر) کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا جائے۔ [1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا جسے صفات باری تعالیٰ کے بارے میں ایک حدیث سن کر یوں کپکپی آ گئی گویا اسے یہ حدیث اچھی نہیں لگی اور وہ اسے اجنبی سا محسوس کر رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "ان لوگوں کا ڈر عجیب ہے کہ اللہ کی محکم آیات سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور متشابہ آیات سن کر (اور نہ مان کر) ہلاکت میں پڑتے جا رہے ہیں۔ [2]

اور جب قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رحمان کا ذکر سنا تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں آیت نازل فرمائی:

---

(1) (صحیح بخاری' کتاب العلم' باب من خص بالعلم قوما......' حدیث:۱۲۷)

(2) (مصنف عبدالرزاق' رقم:۲۰۸۹۵)

﴿ وَهُمۡ يَكۡفُرُونَ بِٱلرَّحۡمَٰنِۚ ﴾ (الرعد١٣/ ٣٠)

"اور وہ رحمان (کو نہیں مانتے بلکہ اس) کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔" (تفسیر ابن جریر الطبری)

مسائل

① اس بحث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کسی نام یا کسی صفت کے انکار سے ایمان بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے۔

② اس باب سے سورۂ رعد کی آیت ٣٠ کی تفسیر بھی واضح ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان کا تذکرہ ہے۔

③ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بات سامع کے فہم سے بالاتر ہو اسے بیان نہیں کرنا چاہیے۔

④ اس کی وجہ بھی بیان ہوئی کہ اس سے سامع' اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کا خواہ مخواہ مرتکب ہو جاتا ہے اگرچہ اس کا قصد و ارادہ تکذیب کا نہ بھی ہو۔

⑤ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کسی نام یا صفت کا انکار ہلاکت و تباہی کا سبب ہے۔

باب : ۴۱

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کفر ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ ٱللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٨٣﴾ ﴾ (النحل١٦/ ٨٣)

"یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہوئے بھی انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو (اللہ کی نعمتوں کے) ناشکرے ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "انسان کا یوں کہنا کہ یہ مال تو مجھے آباؤ اجداد کی طرف سے ورثہ میں ملا ہے' اللہ کی نعمت کا انکار ہے۔" (تفسیر ابن جریر الطبری)

عون بن عبداللہ کہتے ہیں "لوگوں کا یہ کہنا کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو یوں ہو جاتا' اللہ کی نعمت کا انکار ہے۔" (تفسیر ابن جریر الطبری)

ابن قتیبہ فرماتے ہیں "لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ چیز ہمارے معبودوں کی سفارش سے ملی ہے' بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار ہے۔ (تفسیر ابن جریر الطبری)

شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث

«إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ» (صحيح البخاري، الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم، ح:٨٤٦ وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كفر من قال مطرنا بالنوء، ح:٧١)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج صبح میرے بندوں میں سے کچھ تو مجھ پر ایمان لے آئے اور کچھ کافر ہو گئے۔" (یہ حدیث باب نمبر ۲۹ میں گزر چکی ہے) کو بیان کرنے کے بعد

بعد یوں فرمایا "کتاب و سنت میں یہ بات بکثرت وارد ہے' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعام اور رحمت کو کسی غیر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور اس بات کی وضاحت کے لیے بعض اسلاف نے یہ مثال بیان کی ہے:

"جیسے لوگ کہتے ہیں کہ ہوا بہت ہی خوب تھی، ملاح ماہر اور تجربہ کار تھا، وغیرہ جو الفاظ زبان زد عام ہوتے ہیں۔ (سب ناجائز ہیں کیونکہ اس طرح کہنے سے اللہ کی نعمت کی نسبت غیراللہ کی طرف ہوجاتی ہے۔)" (فتاوی ابن تیمیہ جلد ۸ ص ۳۳)

مسائل

① اس باب سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار یا انکار کس طرح ہوتا ہے۔
② اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار کی یہ صورتیں بالعموم لوگوں کی زبانوں پر رائج ہیں۔
③ اس قسم کی باتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار کے مترادف ہیں۔
④ ایک دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار اور انکار، دونوں کا اجتماع ممکن ہے۔

باب :۴۱

شرک کی بعض مخفی صورتیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرة٢/ ٢٢)

"پس تم دانستہ طور پر اوروں کو اللہ کے شریک نہ ٹھہراؤ۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے "اَنْدَاد" سے مراد شرک ہے جو رات کے اندھیرے میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ مثلاً یوں کہنا "وَاللّٰهِ وَ حَيَاتِكَ" (اللہ تعالیٰ کی اور تیری زندگی کی قسم) "يَا فُلَانُ وَ حَياتِي" (اے فلاں! میری جان کی قسم) "لَوْلَا كُلَيْبَةُ هٰذَا لَاتَانَا اللُّصُوصُ" (اگر اس شخص کی کتیا نہ ہوتی تو ہمیں چور آلیتے۔) "لَوْلَا الْبَطُّ فِي الدَّارِ لَاَتَانَا اللُّصُوْصُ" (اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو ہمیں چور آلیتے) یا کسی سے یہ کہنا کہ "مَاشَاءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ" (وہی ہو گا جو اللہ چاہے گا اور تم چاہو گے) "لَوْ لَا اللّٰهُ وَ فُلَانٌ" (اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا تو---) اس قسم کی تمام باتیں شرک ہیں۔ تم اس قسم کی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کا نام نہ لو۔ یہ سب شرکیہ باتیں ہیں۔ [1] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ»(جامع الترمذي، الأيمان والنذور، باب ما جاء أن من حلف بغير الله فقد أشرك، ح: ١٥٣٥ والمستدرك للحاكم: ١/ ١٨)

"جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی قسم اٹھائی، اس نے کفر کیا یا شرک کا ارتکاب کیا"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«لأَنْ أَحْلِفَ بِاللهِ كَاذِبًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ بِغَيْرِهِ صَادِقًا» (معجم الكبير للطبراني: ٩/ ١٨٣، رقم: ٨٩٠٢ ومصنف عبدالرزاق: ٨/ ٤٦٩،

---

[1] (تفسیر ابن ابی حاتم، رقم ۲۲۹، تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۹۴)

رقم: ١٥٩٢٩)

"میرے نزدیک غیراللہ کی سچی قسم اٹھانے کی بنسبت اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم اٹھانا زیادہ بہتر ہے۔"

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ تَقُوْلُوا: مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ فُلاَنٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوا: مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ شَاءَ فُلاَنٌ»(سنن أبي داود، الأدب، باب لا يقال خبثت نفسي، ح: ٤٩٨٠)

"یوں نہ کہو "جو اللہ تعالیٰ چاہے اور فلاں چاہے" (وہی ہو گا) بلکہ یوں کہو (وہی ہو گا) جو اللہ تعالیٰ چاہے اور پھر جو فلاں چاہے۔"

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ یوں کہنا ناپسند اور مکروہ جانتے تھے کہ "اَعُوذُ بِاللّٰهِ وَبِكَ" (میں اللہ تعالیٰ کی اور تمہاری پناہ چاہتا ہوں) البتہ "اَعُوذُ بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ" (میں اللہ تعالیٰ کی اور پھر تمہاری پناہ چاہتا ہوں) کہنا جائز سمجھتے تھے اور فرماتے کہ "لَوْ لاَ اللّٰهُ ثُمَّ فُلاَنٌ" (اگر اللہ تعالیٰ اور پھر فلاں نہ ہوتا تو---) کہہ سکتے ہیں۔ البتہ "لَوْ لاَ اللّٰهُ وَ فُلاَنٌ" (اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ ہوتا تو---) کہنا ناجائز ہے۔ [1]

مسائل

① اس باب میں سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲ کے لفظ "اَنْدَاد" کی تفسیر موجود ہے۔

② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرک اکبر کے متعلق وارد شدہ آیات کی تفسیر اس انداز سے کرتے تھے کہ وہ شرک اصغر کو بھی واضح کرتیں۔

③ غیراللہ کی قسم اٹھانا شرک ہے۔

④ اور غیراللہ کے نام کی سچی قسم کھانا، اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم کھانے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

⑤ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ واوَ (اور) اور "ثُمَّ" (پھر) کے الفاظ میں معنوی فرق ہے۔

---

[1] کتاب الصمت لابی الدنیا، رقم: 347-

باب : ۴۲

اللہ تعالیٰ کی قسم پر اکتفانہ کرنے والے کا حکم

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ ، مَنْ حَلَفَ بِاللهِ فَلْيَصْدُقْ، وَمَنْ حُلِفَ لَهُ بِاللهِ فَلْيَرْضَ، وَمَنْ لَّمْ يَرْضَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ»(سنن ابن ماجه، الكفارات، باب من حلف له بالله فليرض، ح:٢١٠١)

''تم اپنے آباؤاجداد کی قسمیں نہ اٹھایا کرو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے اسے چاہیے کہ وہ سچی قسم اٹھائے۔ اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی جائے اسے چاہیے کہ وہ اسے تسلیم کرے' اور جو اسے تسلیم نہ کرے' اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔''

مسائل

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آباؤاجداد کی قسم اٹھانا منع ہے۔

② اور اللہ تعالیٰ کی قسم لینے والے کو چاہیے کہ وہ اس قسم کو تسلیم کرکے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔

③ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم لینے کے بعد بھی راضی نہ ہو اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

باب : ۴۳

”وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں“ کہنے کا حکم

قُتَیلہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«أَنَّ يَهُودِيًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّكُمْ تُشْرِكُونَ، تَقُولُونَ: مَا شَآءَ اللهُ وَشِئْتَ، وَتَقُولُونَ: وَالْكَعْبَةِ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَحْلِفُوا أَنْ يَقُولُوا: وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَأَنْ يَقُولُوا: مَا شَآءَ اللهُ ثُمَّ شِئْتَ»(سنن النسائي، الأيمان والنذور، باب الحلف بالكعبة، ح: ٣٨٠٤)

”ایک یہودی نے نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا: تم (مسلمان) لوگ شرک کرتے ہو۔ یوں کہتے ہو ”مَاشَاءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ“ (وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں) نیز تم کعبہ کی قسم بھی اٹھاتے ہو۔ تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ کعبہ کی بجائے ربِ کعبہ کی قسم اٹھایا کریں اور ”مَاشَاءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ“ (وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں) کی بجائے ”مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ“ (وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور پھر آپ چاہیں) کہا کریں۔“

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

«أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَا شَآءَ اللهُ وَشِئْتَ فَقَالَ: أَجَعَلْتَنِي للهِ نِدًّا؟ بَلْ مَا شَآءَ اللهُ وَحْدَهُ»(عمل اليوم والليلة للنسائي، ح: ٩٨٨ ومسند أحمد: ١/ ٢١٤)

”ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا: ”مَاشَاءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ“ (وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ اور آپ چاہیں) تو آپ نے فرمایا: تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا دیا؟ صرف اتنا کہو ”مَاشَاءَ اللّٰهُ“ ”وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مادری بھائی طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«رَأَيْتُ كَأَنِّي أَتَيْتُ عَلٰى نَفَرٍ مِّنَ الْيَهُودِ قُلْتُ: إِنَّكُمْ لأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلاَ أَنَّكُمْ تَقُولُونَ :عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ، قَالُوا: وَأَنْتُمْ لأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلاَ أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ ثُمَّ مَرَرْتُ بِنَفَرٍ مِّنَ النَّصَارٰى فَقُلْتُ إِنَّكُمْ لأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلاَ أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: الْمَسِيْحُ ابْنُ اللهِ قَالُوا: وَأَنْتُمْ لأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلاَ أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ. فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَخْبَرْتُ بِهَا مَنْ أَخْبَرْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، قَالَ: هَلْ أَخْبَرْتَ بِهَا أَحَدًا؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ طُفَيْلاً رَأٰى رُؤْيَا أَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ مِنْكُمْ، وَإِنَّكُمْ قُلْتُمْ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِي كَذَا وَكَذَا أَنْ أَنْهَاكُمْ عَنْهَا، فَلاَ تَقُولُوا: مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَّلٰكِنْ قُولُوا: مَا شَاءَ اللهُ وَحْدَهُ»(سنن ابن ماجه، الكفارات، باب النهي أن يقال:ماشاء الله وشئت، ح:٢١١٨ ومسند أحمد:٥/ ٧٢)

”میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرا گزر یہود کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا۔ میں نے ان سے کہا: تم اچھے لوگ ہو اگر تم عزیر (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ کہو، تو انہوں نے جواباً کہا: تم بھی اچھے ہو اگر تم ”مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ“ (وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ چاہیں) نہ کہو، اس کے بعد میرا گزر عیسائیوں کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا۔ میں نے ان سے کہا: تم اچھے لوگ ہو اگر تم مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ کہو۔ انہوں نے جواباً کہا: تم بھی اگر ”مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ“ نہ کہو تو بہت اچھے ہو۔ صبح ہوئی تو میں نے کچھ لوگوں سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ پھر نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں آکر آپ سے ساری بات بیان کی۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا: تم نے اس خواب کا کسی سے ذکر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

امابعد! طفیل نے خواب دیکھا ہے اور اس نے تم میں سے بعض لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ تم ایک جملہ بولا کرتے ہو' تمہیں اس سے روکنے میں مجھے ہچکچاہٹ رہی۔ تم "مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ" (وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور محمد (ﷺ) چاہیں) نہ کہا کرو بلکہ صرف "مَاشَاءَ اللّٰهُ" (وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے) کہا کرو۔"

مسائل

① اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یہودی شرک اصغر سے واقف تھے۔

② نیز اگر انسان کی خواہش ہو تو حق اور باطل میں تمیز' اس کی سمجھ میں آسکتی ہے۔

③ کہنے والے نے "مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ" کہا تو نبی کریم ﷺ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا۔ تو جو شخص یوں کہے "مَالِی مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ سِوَاكَ" (یا رسول اللہ!) "آپ کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں جس کی میں پناہ لے سکوں۔" اس بات کے شرک اور کہنے والے کے مشرک ہونے میں کیا شک ہے؟ یا کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہوئے یوں کہے' اے امام المرسلین! میرا تو صرف آپ ہی پر بھروسہ ہے۔ آپ ہی میرا آسرا اور میرے لیے اللہ کا دروازہ ہیں۔ اس دنیا میں آپ میرا ہاتھ تھامے رہیں اور آخرت میں بھی میرا ہاتھ پکڑیں کیونکہ آپ کے علاوہ کوئی بھی میری تنگی کو آسانی میں نہیں بدل سکتا۔ اس قسم کی باتیں بلاشبہ شرک ہیں۔

④ "مَاشَاءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ" وغیرہ کلمات اگرچہ نامناسب اور شرک اصغر ہیں تاہم شرک اکبر نہیں۔ ورنہ آپ بہت پہلے ان سے روک دیتے اور یوں نہ فرماتے کہ تمہیں ان الفاظ سے روکنے میں مجھے ہچکچاہٹ رہی۔

⑤ یہ معلوم ہوا اچھا خواب وحی کی ایک قسم ہے۔

⑥ بلکہ اچھا خواب بسااوقات بعض احکام کی مشروعیت کا سبب بن جاتا ہے۔

باب: ۴۴

زمانے کو گالی دینا یا برا بھلا کہنا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴾ (الجاثية٤٥/ ٢٤)

”اور وہ کہتے ہیں ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے۔ ہم یہاں مرتے اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں مار دیتا ہے۔ انہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں۔ اور وہ محض گمان سے کام لیتے ہیں۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قَالَ اللهُ تَعَالٰى: يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ»(صحيح البخاري، التفسير، سورة حم الجاثية، باب وما يهلكنا إلا الدهر، ح:٤٨٢٦ وصحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، باب النهي عن سب الدهر، ح:٢٢٤٦)

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم زمانے کو گالیاں دے کر (برا بھلا کہہ کر) مجھے ایذا پہنچاتا ہے کیونکہ (درحقیقت) میں ہی زمانہ (کا خالق اور مالک) ہوں۔ دن اور رات کو میں ہی تبدیل کرتا ہوں۔“

اور ایک روایت میں ہے:

«لاَ تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ»(صحيح مسلم، الألفاظ من الأدب، باب النهي عن سب الدهر، ح:٢٢٤٦)

"زمانہ کو گالی مت دو (برا بھلا مت کہو) کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔"

مسائل

① ان احادیث میں زمانے کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت ہے۔

② زمانے کو برا بھلا کہنا' اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

③ "فَاِنَّ اللّٰه هُوَ الدَّهْر" (درحقیقت اللہ ہی زمانہ ہے) یہ جملہ ازحد قابل توجہ ہے۔

④ انسان کو سب و شتم سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ بسااوقات لاشعوری طور پر انسان سب و شتم کا مرتکب ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اس کا ارادہ نہ بھی کرے۔

باب : ۴۵

شہنشاہ، قاضی القضاۃ اور اس قسم کے القاب کی شرعی حیثیت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللهِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الأَمْلَاكِ، لَا مَالِكَ إِلاَّ اللهُ»(صحيح البخاري، الأدب، باب أبغض الأسماء إلى الله، ح:٦٢٠٦ وصحيح مسلم، الآداب، باب تحريم التسمي بملك الأملاك . . . ، ح:٢١٤٣)

"اللہ کے نزدیک سب سے گھٹیا، ناپسند اور حقیر نام اس شخص کا ہے جو اپنے آپ کو بادشاہوں کا بادشاہ (شہنشاہ) کہلوائے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی (حقیقی) بادشاہ نہیں۔"

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے "ملک الاملاک" (بادشاہوں کا بادشاہ) کا ترجمہ شاہان شاہ یعنی "شہنشاہ" کیا ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

«أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبَثُهُ»(صحيح مسلم، الآداب، باب تحريم التسمي بملك الأملاك . . . ، ح:٢١٤٣ ومسند أحمد:٢/ ٣١٥)

"قیامت کے دن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے غصے اور ناراضی کا مستحق اور سب سے بڑا خبیث شخص (وہ ہوگا جو اپنے آپ کو "شہنشاہ" کہلوائے)"

مسائل

① اس بحث سے معلوم ہوا کہ "ملک الاملاک" یعنی "بادشاہوں کا بادشاہ" کہلوانا منع ہے۔

② اس کے علاوہ دیگر اسماء والقاب جو اسی قسم "ملک الاملاک" کا معنی ومفہوم رکھتے ہوں سب منع ہیں جیسا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے مثال کے طور پر لفظ شہنشاہ بتایا ہے۔

③ اس قسم کے اسماء و القاب کی ناپسندیدگی بھی شدید ضروری ہے۔ اگرچہ کسی کے دل

میں ان الفاظ کا حقیقی معنی نہ بھی ہو تب بھی یہ ناپسند اور ممنوع ہیں، لہٰذا ہر حال میں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۴ اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ محض اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے پیش نظر اس قسم کے اسماء والقاب سے منع کیا گیا ہے۔

باب :۴۶

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تعظیم و تکریم اور اس وجہ سے کسی کے نام کی تبدیلی

ابو شریح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری کنیت "ابو الحکم" تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ، فَقَالَ: إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ، فَرَضِيَ كِلاَ الْفَرِيقَيْنِ، فَقَالَ: مَا أَحْسَنَ هٰذَا، فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟ قَالَ: شُرَيْحٌ، وَمُسْلِمٌ، وَعَبْدُاللهِ، قَالَ: فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ؟ قُلْتُ: شُرَيْحٌ، قَالَ: فَأَنْتَ أَبُوْ شُرَيْحٍ» (سنن أبي داود، الأدب، باب تغيير الإسم القبيح، ح:٤٩٥٥ وسنن النسائي، آداب القضاة، باب إذا حكموا رجلا فقضى بينهم، ح:٥٣٨٩)

"حَکَم" (فیصلہ کرنے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور حکم بھی اسی کا نافذ ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا: میری قوم میں جب کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو وہ جھگڑا میرے پاس لاتے ہیں اور میں ان کے درمیان فیصلہ کر دیتا ہوں' اس پر دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ کیسی اچھی بات ہے۔" پھر فرمایا: تمہارے بیٹوں کے کیا نام ہیں؟ میں نے کہا: شریح' مسلم اور عبداللہ۔ آپ نے دریافت کیا: ان میں سب سے بڑا کون ہے؟ میں نے بتایا کہ شریح' تو آپ نے فرمایا: تم ابو شریح ہو۔ یعنی آج سے تمہاری کنیت "ابو شریح" ہے۔

مسائل

① اس بحث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا مکمل احترام کرنا لازم اور ایمانی تقاضا ہے اگرچہ یہ نام دوسروں کے لیے استعمال کرتے وقت ان کا معنی' مقصود

نہ بھی ہو۔

۲ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے احترام کے پیش نظر ایسے رکھے گئے نام جو اللہ کے لئے خاص ہوں ان کو تبدیل کر دینا چاہیے۔

۳ کنیت کے لیے سب سے بڑے بیٹے کا انتخاب کرنا مستحب ہے۔

باب : ۴۷

اللہ تعالیٰ ' قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے والے کے بارے میں حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ ﴾ (التوبۃ٩/ ٦٥)

"اور اگر آپ ان سے پوچھیں (کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے؟) تو کہیں گے "ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہاری دل لگی کے لیے اللہ تعالیٰ ' اس کی آیات اور اس کے رسول ہی (رہ گئے) ہیں؟"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ' محمد بن کعب ' زید بن اسلم اور قتادہ رحمہم اللہ سے مختلف الفاظ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک منافق نے کہا: ہم نے پیٹ کے پجاری ' زبان کے جھوٹے اور میدان جنگ میں سب سے زیادہ بزدل ' ان علم والوں سے بڑھ کر اور کوئی نہیں دیکھا۔ اس کی مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے قراء صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو جھوٹا ہے اور (پکا) منافق ہے ' میں تیری بات نبی کریم ﷺ کو ضرور بتاؤں گا چنانچہ عوف رضی اللہ عنہ بتانے کی غرض سے آپ کے پاس گئے مگر ان کے آنے سے پہلے وحی نازل ہو چکی تھی۔ وہ منافق بھی آپ کی خدمت میں (معذرت کے لیے) آ پہنچا ' آپ اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ وہ بولا: یا رسول اللہ! ہم لوگ تو محض دل بہلانے کے لیے ایسی بات چیت اور سواروں کی سی باتیں کر رہے تھے ' تاکہ سفر کی مشقت ہلکی کر سکیں (اور بوریت نہ ہو) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "وہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ وہ شخص نبی ﷺ کی اونٹنی کے کجاوے

کی رسی کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور پتھر اس کے پاؤں سے ٹکرا رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے "ہم تو محض بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں:

﴿ أَبِٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ ﴾ (التوبة ٩/ ٦٥-٦٦)

"کیا اللہ تعالیٰ' اس کی آیات اور اس کے رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں۔ تم بہانے نہ بناؤ۔ یقیناً تم نے ایمان لانے کے بعد (یہ بات کر کے) کفر کا ارتکاب کیا ہے۔"

چنانچہ آپ ﷺ اس کی طرف التفات فرما رہے تھے نہ اس پر کچھ مزید فرما رہے تھے۔"[1]

مسائل

① اس باب سے ایک عظیم مسئلہ ثابت ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑائے' وہ کافر ہے۔

② اس آیت کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ ایسا کرنے والا خواہ کوئی بھی ہو' وہ کافر ہے۔

③ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے اخلاص اور چغلی کے درمیان فرق بھی واضح ہوا۔

④ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز عفو و درگزر اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے میں فرق بھی واضح ہوا۔

⑤ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض عذر ناقابل قبول ہوتے ہیں۔

---

[1] تفسیر ابن جریر الطبری' رقم' ۱۶۹۱۲' ۱۶۹۱۶' ۱۶۹۱۱' ۱۶۹۱۴' ۱۹۱۵' وابن ابی حاتم وأبو الشیخ وابن مردویه' کمافی الدر المنثور (۴/۲۳۰) واسناده حسن

باب : ۴۸

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری، تکبر کی علامت اور بہت بڑا جرم ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَئِنْ أَذَقْنَٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِى وَمَآ أَظُنُّ ٱلسَّاعَةَ قَآئِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّىٓ إِنَّ لِى عِندَهُۥ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِمَا عَمِلُوا۟ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٠﴾ ﴾ (فصلت ۴۱/ ۵۰)

"اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اسے اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو کہتا ہے "یہ تو میرا حق تھا، اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آئے گی، اور اگر میں واقعی اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو وہاں بھی خوش حالی ہوگی۔ پس کفر کرنے والوں کو ہم ضرور بتائیں گے کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے اور انہیں ہم سخت عذاب سے دوچار کریں گے۔"

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے "هٰذَا لِیْ" کی تفسیر میں فرمایا:

"هٰذَا بِعَمَلِي وَاَنَا مَحْقُوقٌ بِهِ" "یہ مال و دولت تو میری محنت و کاوش کا نتیجہ ہے اور میں اس کا حق دار بھی ہوں۔" (تفسیر الطبری:5/13)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ "یہ میری اپنی کاوش ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالَ إِنَّمَآ أُوتِيتُهُۥ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِىٓ ۚ ﴾ (القصص ۲۸/ ۷۸)

"(قارون نے) کہا کہ مجھے یہ سب کچھ میری اپنی سمجھ کی بنا پر دیا گیا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ فرماتے ہیں: "عَلٰى عِلْمٍ مِّنِّي بِوُجُوهِ الْمَكَاسِبِ" یعنی اس نے کہا کہ یہ مال مجھے کمائی کے تجربے اور علم کی بدولت ملا ہے۔ (تفسیر الدر المنثور:440/6)

دیگر اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: ”وہ کہتا تھا کہ یہ مال و دولت تو مجھے اس لیے ملا کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق اس کا اہل اور حق دار ہوں۔“ مجاہد کے قول کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ کہتا ہے: ”یہ مال و ثروت مجھے بزرگی اور شرف کی بنا پر ملا ہے۔“ (تفسیر الطبری، 12/24)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ: أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمَىٰ، فَأَرَادَ اللهُ أَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَّلَكًا فَأَتَى الأَبْرَصَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ، وَّجِلْدٌ حَسَنٌ، وَّيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِيْ قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ بِهِ، قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ، وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَّجِلْدًا حَسَنًا قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الإِبِلُ أَوِ الْبَقَرُ ـ شَكَّ إِسْحَاقُ ـ فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ، وَقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا. قَالَ: فَأَتَى الأَقْرَعَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ، وَّيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ بِهِ، قَالَ: فَمَسَحَهُ، فَذَهَبَ عَنْهُ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا، قَالَ: أَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ ـ أَوِ الإِبِلُ ـ فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلاً، وَّقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ، فِيهَا فَأَتَى الأَعْمٰى فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: أَنْ يَّرُدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرَ النَّاسَ، فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ، قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْغَنَمُ، فَأُعْطِيَ شَاةً وَّالِدًا، فَأَنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا، فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الإِبِلِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الأَبْرَصَ فِيْ صُوْرَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ وَّابْنُ سَبِيْلٍ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلاَّ بِاللهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ ـ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ ـ بَعِيْرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي

سَفَرِي، فَقَالَ: الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ فَقَالَ لَهُ: كَأَنِّي أَعْرِفُكَ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ، فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ الْمَالَ؟ فَقَالَ إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلٰى مَا كُنْتَ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هٰذَا، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلٰى مَا كُنْتَ، قَالَ: وأَتَى الأَعْمَىٰ فِيْ صُورَتِهِ فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْكِينٌ وَّابْنُ سَبِيلٍ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلاَ بَلاَغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلاَّ بِاللهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ ـ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ ـ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي، فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِي، فَخُذْ مَا شِئْتَ، وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللهِ لاَ أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ للهِ، فَقَالَ: أَمْسِكْ مَالَكَ، فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ فَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ»(صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب حديث أبرص وأعمى وأقرع في بني إسرائيل، ح: ٣٤٦٤ وصحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، ح: ٢٩٦٤)

”بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے، جن میں سے ایک پھلبہری والا، دوسرا گنجا اور تیسرا نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کی غرض سے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ وہ فرشتہ پھلبہری والے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اچھا رنگ، خوبصورت جلد اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری رفع ہو جائے جس کے سبب لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری رفع ہو گئی۔ اچھا رنگ اور خوبصورت جلد مل گئی۔ فرشتے نے پھر پوچھا: تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ .....یا..... گائے۔ (راوی اسحاق کو ان دونوں لفظوں کے بارے میں تردد ہے کہ کون سا لفظ اس نے کہا) چنانچہ اسے حاملہ

اونٹنی دی گئی اور فرشتے نے دعا کی "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا" (اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس اونٹنی میں برکت فرمائے۔)

اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے کہا: تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: خوبصورت بال اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری رفع ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا' اس کی بیماری ختم ہو گئی اور اسے خوبصورت بال مل گئے۔ فرشتے نے اس سے پوچھا: تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا اونٹ ..... یا ..... گائے۔ (یہ بھی راوی اسحاق کا شک ہے یعنی پھلبہری والے اور گنجے دونوں میں سے کسی ایک نے گائے اور دوسرے نے اونٹ مانگے) چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے دے دی گئی۔ فرشتے نے دعا کی "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا" (اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس گائے میں برکت فرمائے۔) اس کے بعد وہ فرشتہ نابینے کے پاس آیا اور اس سے کہا: تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی لوٹا دے' تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔" فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔ فرشتے نے کہا: تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: بکریاں' چنانچہ اسے حاملہ بکری دے دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اونٹنی اور گائے نے خوب بچے دیے۔ بکری نے بھی خوب بچے جنے' چنانچہ پھلبہری والے کے پاس اونٹوں' گنجے کے پاس گائیوں اور نابینے کے پاس بکریوں کا میدان بھر گیا۔ پھر وہ فرشتہ پھلبہری والے کے پاس اس کی پہلی شکل و صورت میں آیا اور کہا: میں مسکین اور مسافر آدمی ہوں' میرا زادِ راہ ختم ہو گیا ہے۔ آج اللہ کی مدد' یا پھر آپ کے تعاون کے بغیر منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ جس اللہ نے آپ کو خوبصورت رنگ' خوبصورت جلد اور اس قدر کثیر مال عطا کیا ہے' اس کے نام پر ایک اونٹ مانگتا ہوں تاکہ میں دورانِ سفر اس کے ذریعے اپنی ضرورت پوری کر کے منزل تک پہنچ سکوں۔

اس آدمی نے کہا: میری ضرورتیں بہت زیادہ ہیں (میں تمہیں اونٹ نہیں دے سکتا) تو فرشتے نے کہا: غالبًا میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں' کیا تو پھلبہری والا نہ تھا؟ لوگ تجھ

سے نفرت کرتے تھے اور تو انتہائی غریب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مال عطا کیا؟ وہ بولا: یہ مال تو مجھے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملا ہے۔
فرشتے نے کہا: اگر تو اس بات میں جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے پہلے جیسا بنا دے۔"
پھر وہ فرشتہ اس کی پہلی شکل و صورت میں گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی باتیں کہیں جو پھلبہری والے سے کہی تھیں تو اس نے بھی وہی جواب دیے۔ فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔
پھر وہ فرشتہ اس کی پہلی شکل و صورت میں اس نابینے کے پاس آیا اور کہا: میں ایک مسکین اور مسافر ہوں، میرا زادِ راہ ختم ہو گیا ہے، اللہ کی مدد، یا پھر آپ کے تعاون کے بغیر میں آج گھر نہیں پہنچ سکتا۔ جس اللہ نے آپ کو بینائی عطا کی، اس کے نام پر آپ سے ایک بکری کا سوال ہے تاکہ میں دوران سفر اس سے اپنی ضرورت پوری کر کے منزل تک پہنچ سکوں۔
اس نے کہا: میں نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بینائی لوٹا دی۔ جتنا چاہو لے جاؤ اور جو چاہو چھوڑ جاؤ۔ آج اللہ کے نام پر جو کچھ بھی لے جاؤ میری طرف سے تمہیں کوئی سرزنش نہیں۔ تو فرشتے نے کہا: اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو، تمہارا امتحان لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور تیرے دوسرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا ہے۔"

مسائل

① اس باب سے سورۂ فُصِّلَتْ کی آیت ۵۰ کی تفسیر واضح ہوئی جس میں ناشکرے انسان کو وعید سنائی گئی ہے۔
② "لَيَقُولَنَّ هٰذَا لِي" (کہ یہ تو میرا استحقاق تھا) کی تفسیر بھی واضح ہوئی۔
③ نیز "اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِي" (کہ یہ مال تو مجھے میرے علم اور کاروباری تجربے کی بدولت ملا ہے) کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔
④ نیز حدیث میں مذکور تین افراد کے اس نصیحت آموز واقعہ میں جو عظیم عبرتیں پوشیدہ ہیں، اس باب میں ان کا بیان بھی ہے۔

باب: ۴۹

اولاد ملنے پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُمَا صَٰلِحًا جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَا ۚ فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾ ﴾ (الأعراف/۷ ۱۹۰)

"جب اللہ نے انہیں صحیح و تندرست بچہ دیا تو انہوں نے اس عنایت میں دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا۔ پس اللہ ان شرکیہ باتوں سے جو یہ کرتے ہیں، بلند تر ہے۔"

ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نام میں غیراللہ کی عبدیت کا اظہار ہو، وہ حرام ہے، مثلاً عبد عمرو، اور عبدالکعبہ وغیرہ۔ البتہ "عبدالمطلب" نام میں اختلاف ہے۔ [1]

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آدم و حوا علیہما السلام آپس میں ملے اور حوا حاملہ ہوئی تو ابلیس ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا تھا۔ تم میری ایک بات مان لو، تم اپنے بچے کا نام عبدالحارث رکھنا۔ ورنہ میں اس کے سر پر بارہ سنگے کے دو سینگ بنا دوں گا جن کی وجہ سے یہ بچہ تمہارا پیٹ چیر کر نکلے گا۔ میں یہ کر دوں گا اور وہ کر دوں گا۔ ایسی باتیں کر کے اس نے ان کو خوب ڈرایا دھمکایا مگر آدم و حوا علیہما السلام نے اس کی بات نہ مانی اور بچہ مردہ پیدا ہوا۔ حوا دوبارہ حاملہ ہوئیں تو شیطان نے آ کر پھر وہی بات کہی مگر آدم و حواء علیہما السلام نے اس کی بات نہ مانی اور بچہ مردہ پیدا ہوا۔ پھر جب حوا تیسری مرتبہ حاملہ ہوئیں تو شیطان پھر آیا اور وہی باتیں کرنے لگا۔ ان کے دل میں بچے کی محبت پیدا ہوئی اور انہوں نے بچہ پیدا ہونے پر اس کا

---

[1] مراتب الاجماع لابن حزم، 154۔

نام عبدالحارث رکھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں "جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا" (انہوں نے اس عنایت میں دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا) کی یہی تفسیر ہے۔ ①

ابن ابی حاتم ہی نے قتادہ رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے' وہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں' آدم و حوا علیہما السلام نے شیطان کا صرف کہا مانا تھا' اس کی عبادت نہیں کی تھی' یعنی ان کا یہ شرک "شرک فی الطاعۃ" تھا نہ کہ "شرک فی العبادۃ۔" ②

نیز ابن ابی حاتم ہی نے صحیح سند کے ساتھ مجاہد رحمہ اللہ سے "لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا" کی تفسیر میں بیان کیا ہے "آدم و حوا کو خدشہ تھا کہ مبادا ہمارا بچہ انسان نہ ہو۔" حسن بصری اور سعید رحمہما اللہ وغیرہ اہل علم سے اسی قسم کے اقوال مروی ہیں۔ ③

مسائل

① اس بحث سے ثابت ہوا کہ ہر وہ نام جس میں غیراللہ کی طرف عبدیت کی نسبت ہو' حرام ہے۔
② سورۂ اعراف کی آیت ۱۹۰ کی تفسیر بھی واضح ہوئی کہ شرکیہ نام رکھنا منع ہے۔
③ مذکورہ واقعہ میں آدم و حوا علیہما السلام کے جس شرک کا ذکر ہے وہ صرف بچے کا نام رکھنے کی حد تک تھا' حقیقی شرک نہ تھا۔
④ کسی کے ہاں صحیح و تندرست بیٹی کی ولادت بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔
⑤ نیز یہ معلوم ہوا کہ اسلافِ امت شرک فی الطاعۃ اور شرک فی العبادۃ کے مابین فرق رکھتے تھے۔

---

① (اس واقعہ کو حافظ ابن کثیر اور علامہ ناصر الدین البانی رحمہما اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۶۴ اور السلسلۃ الضعیفۃ: رقم: ۳۴۲)

② تفسیر ابن جریر طبری' رقم: 15521۔

③ تفسیر الدو المنثور' 3/626۔

باب:۵۰

اسماء حسنیٰ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَاۖ وَذَرُواْ ٱلَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ أَسۡمَٰٓئِهِۦۚ سَيُجۡزَوۡنَ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴿١٨٠﴾ ﴾ (الأعراف٧/ ١٨٠)

"اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں' پس تم اسے انہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں سے دور رہو جو اس کے اسماء گرامی میں الحاد (کجی) کرتے ہیں' ان لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا ضرور ملے گی۔"

اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الحاد کا معنی شرک کیا ہے۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ مشرکین نے "اللہ" اسم الجلالہ سے "اللات" اور "العزیز" سے "العزیٰ" مشتق کیا تھا۔ اعمش کا قول ہے کہ اسماء الٰہیہ میں الحاد کا مفہوم یہ ہے کہ ملحدین اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں اپنی طرف سے گھڑ کر بعض ایسے ناموں کا اضافہ کرتے ہیں جو حقیقت میں اس کے نام نہیں ہیں۔ (تفسیر الدرالمنثور' 3 / 271 - 272)

مسائل

① اس باب میں اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء کے اثبات کا ذکر ہے۔
② نیز معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں۔
③ آیت کریمہ میں اسماء حسنیٰ کے ذریعے سے اللہ کو پکارنے اور دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
④ آیت مبارکہ میں یہ حکم بھی ہے کہ جو جہلاء اور ملحدین' اللہ تعالیٰ کے اسماء یا صفات کا انکار کریں ان سے الگ تھلگ اور دور رہنا چاہیے اور ان سے معارضہ نہیں کرنا چاہیے۔
⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اعمش رحمہ اللہ کے اقوال سے الحاد فی الاسماء کی تفسیر بھی واضح ہوئی۔
⑥ نیز اس تفصیل سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید ہے۔

باب : ۵۱

السلام علی اللہ کہنے کی ممانعت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہم نماز میں نبی ﷺ کے ساتھ ہوتے تو ہم «اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ مِنْ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَّفُلَانٍ» ”اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو۔ فلاں فلاں شخص پر بھی سلام ہو۔“ کہتے، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَى اللهِ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ»(صحيح البخاري، الأذان، باب التشهد في الآخرة، ٨٣١، ٨٣٥، ١٢٠٢، ٦٢٣٠ وصحيح مسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلوة، ح:٤٠٢)

”السَّلام علی اللّٰه“ نہ کہا کرو کیونکہ اللہ تو خود ”السلام“ (سلامتی عطا کرنے والا) ہے۔“

مسائل

① سلام کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔
② یہ کلمہ مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کے لیے تحفہ ہے۔
③ ”السلام علی اللہ“ کہنا اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں۔
④ اور ”السلام علی اللہ“ کہنے کی ممانعت کی علت بھی واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تو خود ”السلام“ یعنی سلامتی بخشنے والا ہے۔ اسے سلامتی کی دعا کی کوئی ضرورت نہیں۔
⑤ نبی کریم ﷺ نے امت کو ”السلام علی اللہ“ کی بجائے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ کے الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تحیۂ تعظیم و تہنیت کی تعلیم دی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے شایان شان ہے۔

باب : ۵۲

"یااللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے" کہنا درست نہیں

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يَقُلْ أَحَدُكُمْ: اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، اَللَّهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّ اللهَ لاَ مُكْرِهَ لَهُ»(صحيح البخاري، الدعوات، باب ليعزم المسألة فإنه لا مكره له، ح:٦٣٣٩، ٧٤٦٤ وصحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، ح:٢٦٧٩)

"تم میں سے کوئی یوں دعا نہ کرے کہ یااللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے، یااللہ! تو چاہتا ہے تو مجھ پر رحم فرما، بلکہ اللہ تعالیٰ سے پورے وثوق سے سوال و دعا کرے، کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا اور اس پر دباؤ ڈالنے والا نہیں۔"

اور صحیح مسلم میں ہے:

«وَلْيُعْظِمِ الرَّغْبَةَ، فَإِنَّ اللهَ لاَ يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ»(صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، ح:٢٦٧٩)

"اور چاہیے کہ وہ (مانگنے والا) خوب رغبت اور توجہ کے ساتھ دعائیں کرے کیونکہ کوئی چیز عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔"

مسائل

① اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ دعا میں استثنا کی ممانعت ہے یعنی یوں نہیں کہنا چاہیے کہ "یااللہ! تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے۔"

② اس کی علت یہ ہے کہ ایسا کہنے سے انسان کی بے پروائی اور تکبر کا اظہار ہوتا ہے۔

③ اس کے بجائے پورے وثوق کے ساتھ دعا کرنی چاہیے۔
④ اور دعا میں رغبت اور دلی میلان بھی بہت زیادہ ہونا چاہیے۔
⑤ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان بے بس اور محتاج ہے جبکہ اللہ تعالیٰ غنی اور صاحب قدرت ہے۔ اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے لیے کوئی چیز عطا کرنا کچھ مشکل ہے۔

باب : ۵۳

کسی کو "میرا بندہ" اور "میری بندی" کہنے کی ممانعت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يَقُلْ أَحَدُكُمْ: أَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّىء رَبَّكَ وَلْيَقُلْ: سَيِّدِي وَمَوْلاَيَ وَلاَ يَقُلْ أَحَدُكُمْ: عَبْدِي وَأَمَتِي، وَلْيَقُلْ: فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلاَمِي»(صحيح البخاري، العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق، ح:٢٥٥٢ وصحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، باب حكم إطلاق لفظة العبد والأمة والمولى والسيد، ح:٢٢٤٩)

"کوئی شخص یوں نہ کہے، اپنے رب کو کھانا کھلا، اپنے رب کو وضو کرا، بلکہ یوں کہنا چاہیے میرا آقا اور میرا مولا۔ اور کوئی یوں نہ کہے، میرا بندہ اور میری بندی، بلکہ یوں کہنا چاہیے میرا غلام، میرا خادم، میری خادمہ۔"

مسائل

① اس بحث سے ثابت ہوا کہ غلام اور لونڈی کو "عَبْدِی" اور "اَمَتِی" (میرا بندہ اور میری بندی) کہنا منع ہے۔

② اور کوئی غلام اپنے آقا کو "رَبِّیْ" (میرا رب) نہ کہے اور نہ کسی غلام سے یوں کہا جائے "اَطْعِمْ رَبَّكَ" (کہ اپنے رب کو کھانا کھلاؤ۔)

③ نیز اس حدیث میں آقا اور مالک کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے غلام اور لونڈی کے لیے "عَبْدِی" اور "اَمَتِی" (میرا بندہ۔ میری بندی) کی بجائے "فَتَایَ ، فَتَاتِی" اور "غُلاَمِی" کے الفاظ استعمال کرے۔

④ اور غلام کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے آقا کو "سَیِّدِی" اور "مَولاَیَ" کے الفاظ سے پکارے۔

⑤ ان ہدایات سے اصل مقصود یہ ہے کہ انسان کا عقیدۂ توحید مکمل طور پر پختہ ہو یہاں تک کہ الفاظ کے استعمال میں بھی توحید کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انتہائی حزم و احتیاط ملحوظ رکھی جائے۔

باب : ۵۴

اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ سَأَلَ بِاللهِ فَأَعْطُوهُ، وَمَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ»(سنن أبي داود، الزكاة، باب عطية من سأل بالله، ح: ١٦٧٢ وسنن النسائي، الزكاة، باب من سأل بالله عزوجل، ح: ٢٥٦٨)

"جو شخص اللہ کے نام پر سوال کرے، اسے (کچھ نہ کچھ) دو۔ اور جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے اسے پناہ دو۔ اور جو شخص تمہیں دعوت دے، اس کی دعوت قبول کرو۔ اور جو شخص تمہارے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرے، تم بھی اسے اس کا بدلہ دو۔ اگر تم بدلہ نہ دے سکو تو اس کے حق میں اس قدر دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔"

مسائل

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دی جائے۔

② اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرے اسے بھی کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

③ اور دعوت دینے والے کی دعوت ضرور قبول کرنی چاہیے۔

④ نیز جو شخص حسن سلوک کرے' اسے اس کا بدلہ بھی دینا چاہیے۔

⑤ اور جو شخص احسان کا بدلہ نہ دے سکتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے محسن کے حق میں دعا ہی کر دے۔

⑥ اور دعا بھی اس قدر کرے کہ اسے یقین ہو جائے کہ اب بدلہ چکایا جا چکا ہے۔

باب : ۵۵

اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر صرف جنت ہی مانگی جائے

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللهِ إِلاَّ الْجَنَّةُ»(سنن أبي داود، الزكاة، باب كراهية المسألة بوجه الله عزوجل، ح: ١٦٧١)

"اللہ تعالیٰ کے چہرے کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ مانگا جائے۔"

مسائل

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سب سے بڑے اور اہم مقصود و مطلوب (جنت) کے علاوہ اور کوئی چیز نہ مانگی جائے۔

② نیز اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے وجہ (چہرہ) کا اثبات ہے۔

باب: ٥٦

کسی پریشانی یا حادثہ کے بعد "اگر" اور "کاش" وغیرہ الفاظ کے ساتھ اظہار حسرت کرنا منع ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ﴾ (آل عمران ٣/ ١٥٤)

"یہ لوگ (منافق) کہتے ہیں اگر ہمارے بس میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ﴾ (آل عمران ٣/ ١٦٨)

"یہ (منافق) وہ لوگ ہیں جو خود تو (گھروں میں) بیٹھے رہے اور اپنے (ان) بھائیوں کی نسبت (جنھوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں فدا کر دیں) کہنے لگے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو مارے نہ جاتے۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَلاَ تَعْجِزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلاَ تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ لَكَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ» (صحيح مسلم، القدر، باب الإيمان بالقدر والإذعان له ح: ٢٦٦٤ ومسند أحمد: ٢/ ٣٦٦، ٣٧٠)

"اس چیز کی حرص کر جو تیرے لیے مفید ہو، اور صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ، اور عاجز و کاہل ہو کر نہ بیٹھا رہ، اور اگر تجھے کوئی پریشانی لاحق ہو تو یوں نہ کہہ، اگر میں یہ کر لیتا تو یوں ہو جاتا۔ بلکہ یوں کہہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، اس نے جو چاہا سو کیا۔ اس

لیے کہ "اگر" کہنا شیطانی عمل دخل کا سبب بنتا ہے۔"

مسائل

① اس باب میں سورۂ آل عمران کی مندرجہ بالا دو آیات (۱۵۴ اور ۱۶۸) کی تفسیر ہے جن میں "اگر" کہنے والے منافقین کا تذکرہ ہے۔

② نیز معلوم ہوا کہ نقصان ہونے پر اگر مگر کہنا منع ہے۔

③ اس کی وجہ یہ ہے کہ "اگر" کہنے سے شیطانی عمل دخل کا دروازہ کھلتا ہے۔

④ نیز اس حدیث میں اچھی گفتگو کی رہنمائی کی گئی ہے۔

⑤ اور مفید چیز کے حصول کی ترغیب اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

⑥ نیز اس حدیث میں عاجز، کاہل، اور سست ہو کر بیٹھ رہنے کی ممانعت بھی ہے۔

باب : ۵۷

ہوا اور آندھی کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہوا کو گالی نہ دو جب تم ناپسندیدہ (ہوا) دیکھو تو یہ دعا پڑھو:

«اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ»(جامع الترمذي، الفتن، باب ما جاء في النهي عن سب الرياح، ح: ٢٢٥٢)

"اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا اور جو اس میں ہے اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے' اس کی بہتری اور بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور (اے اللہ!) ہم اس ہوا کے شر اور جو اس کے اندر شر ہے اور جس شر کا اسے حکم دیا گیا ہے' اس سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔"

مسائل

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہوا کو گالی دینا یا برا بھلا کہنا منع ہے۔
② اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب انسان کو کوئی ناپسندیدہ اور ناخوش گوار چیز نظر آئے تو مفید چیز کی دعا کرنی چاہیے۔
③ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہوا از خود نہیں چلتی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہے اور اسی کی پابند ہے۔
④ نیز' یہ معلوم ہوا کہ ہوا کو کبھی بھلائی کا اور کبھی نقصان کا حکم بھی ہوتا ہے۔

باب : ۵۸

اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے متعلق بد گمانی کرنے کی ممانعت

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَظُنُّونَ بِٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ ظَنَّ ٱلْجَـٰهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ مِن شَىْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ ٱلْأَمْرَ كُلَّهُۥ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِىٓ أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَـٰهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِى بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ ٱلَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ ٱلْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِىَ ٱللَّهُ مَا فِى صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِى قُلُوبِكُمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾ ﴾ (آل عمران ۳/ ۱۵٤)

”یہ (منافقین) اللہ کے بارے میں (ایام) جاہلیت کے سے ناحق گمان کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ (اس امر میں) ہمیں بھی کچھ اختیار ہے؟ آپ فرمادیں کہ (ان امور میں کسی کا کچھ حصہ نہیں) سارے اختیارات اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ یہ لوگ اپنے دلوں میں (بہت سی باتیں) مخفی رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ اگر ہمارے بس میں ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی موت لکھی تھی، وہ ضرور اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے اور (یہ سارا ماجرا) اس لیے (پیش آیا) کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات کو آزمائے اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اسے خالص کر دے اور نکھار دے۔ یقیناً اللہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿ ٱلظَّآنِّينَ بِٱللَّهِ ظَنَّ ٱلسَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ ٱلسَّوْءِ ۖ ﴾ (الفتح ٤٨/ ٦)

"جو لوگ اللہ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں' برائی کا وبال انہی پر پڑے گا۔"

امام ابن القیم رحمہ اللہ اول الذکر آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں لوگوں کے جس جاہلانہ ناحق گمان کا ذکر ہے' وہ یہ ہے کہ وہ لوگ گمان کرنے لگے تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا اور اس کی دعوت اور مشن جلد ہی ختم ہو جائے گا۔ اور اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ وہ گمان کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں پر جو مصیبت آئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکمت سے نہیں تھی۔ گویا وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حکمت' تقدیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا انکار کرنے اور سمجھنے لگے تھے کہ یہ دین باقی ادیان پر غالب نہیں آئے گا۔

منافقین اور مشرکین کا یہی وہ غلط گمان ہے جس کا ذکر سورۃ الفتح کی آیت میں ہوا ہے۔

﴿ ٱلظَّآنِّينَ بِٱللَّهِ ظَنَّ ٱلسَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ ٱلسَّوْءِ ۖ ﴾ (الفتح٤٨/٦)

"جو لوگ اللہ کے بارے میں غلط گمان رکھتے ہیں' اس کا وبال انہی پر آئے گا۔"

کیونکہ ایسا گمان اللہ تعالیٰ کی شان' مرتبہ' اس کی حکمت' تعریف و بزرگی اور سچے وعدہ کے خلاف ہے۔ پس جو شخص یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو حق پر ہمیشہ غالب رکھے گا اور اس کے نتیجہ میں حق مٹ جائے گا' یا جو شخص یہ سمجھے کہ فلاں فیصلہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے نہیں ہوا' یا جو انسان یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر' حکمت تامہ پر مبنی اور قابل تعریف نہیں بلکہ یہ محض مشیت ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے اور ایسی باتیں کرنے والے کافر ہیں' ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔ بہت سے لوگ اپنے اور دوسروں سے متعلقہ کاموں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوء ظن رکھتے ہیں۔ اس بدگمانی سے وہی لوگ محفوظ رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات' اس کے اسماء و صفات اور اس کی حکمت و تعریف کے اسباب کو پہچانتے ہیں۔ پس جو عقل مند شخص اپنی بھلائی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ مذکورہ بالا امور کا خیال رکھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بدگمانی اور بدظنی کی معذرت پیش کر کے توبہ و استغفار کرے۔

اگر آپ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ اکثر لوگ تقدیر کے شاکی اور راہ اعتدال سے ہٹے

ہوئے ہیں۔ وہ تقدیر کا شکوہ کرتے نظر آتے ہیں کہ فلاں کام یوں ہونا چاہیے تھا اور فلاں یوں۔ کسی شخص میں یہ نقص تھوڑا ہے اور کسی میں زیادہ۔ آپ بھی اپنا جائزہ لیں کہ آپ کی کیا صورت حال ہے؟ کیا آپ ایسی بدگمانی سے بچے ہوئے ہیں؟

فَإِنْ تَنْجُ مِنْهَا تَنْجُ مِنْ ذِي عَظِيْمَةٍ
وَإِلاَّ فَإِنِّي لاَ إِخَالُكَ نَاجِيًا

"اگر آپ اس سے بچے ہوئے ہیں تو آپ ایک بہت بڑی مصیبت سے نجات پا چکے ہیں۔ وگرنہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے لیے کوئی راہِ نجات ہو۔"[1]

مسائل

① اس باب سے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۵۴ کی تفسیر ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی رکھنے والوں کا تذکرہ ہے۔
② سورۃ الفتح کی آیت ۶ کی بھی تفسیر معلوم ہوئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں' اس کا وبال انھی پر پڑے گا۔
③ بدگمانی کی صورتیں بے شمار ہیں۔
④ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جو اس کے اسماء و صفات کی حقیقت پہچاننے اور جاننے کے ساتھ ساتھ معرفت نفس سے بھی بہرہ مند ہو۔

---

[1] زادالمعاد' 3/228' 229' 230-

باب: ۵۹

منکرین تقدیر کا بیان

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عبداللہ بن عمر کی جان ہے! اگر کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے، تو اس کا یہ عمل اللہ کے ہاں اس وقت تک قبول نہ ہو گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے، پھر انہوں نے اپنی اس بات پر بطور دلیل، نبی ﷺ کا یہ ارشاد پیش کیا:

«اَلإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ»(صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان، ح:٨)

"ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، قیامت کے دن اور تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان لائے۔"

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: بیٹا! تو اس وقت تک لذت ایمان سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا جب تک یہ یقین نہ کر لے کہ جو (تکلیف) تجھے پہنچنے والی ہے وہ تجھ سے کبھی ٹل نہیں سکتی اور جو نہیں پہنچی، وہ کبھی تم تک پہنچ نہیں سکتی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمُ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ، فَقَالَ: رَبِّ! وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ»

"اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا: قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھ دے۔"

بیٹا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

«مَنْ مَّاتَ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا فَلَيْسَ مِنِّي»(سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، ح: ٤٧٠٠)

"جو شخص اس عقیدے کے علاوہ کسی دوسرے عقیدے پر مرا' وہ میری امت سے نہیں۔"

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ تَعَالَى الْقَلَمُ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ، فَجَرٰى فِي تِلْكَ السَّاعَةِ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»(مسند أحمد: ٥/ ٣١٧)

"اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا' چنانچہ اس نے اسی وقت قیامت تک ہونے والی ہر بات لکھ دی۔"

اور ابن وہب کی ایک روایت میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ أَحْرَقَهُ اللهُ بِالنَّارِ»(أخرجه ابن وهب في "القدر" رقم(٢٦) وابن أبي عاصم في "كتاب السنة"، ح: ١١١ والآجري في

"جو شخص تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان نہ رکھے' اللہ اسے دوزخ میں جلائے گا۔"

ابن الدیلمی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا: میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ شبہات ہیں' آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں' تاکہ اللہ تعالیٰ میرے دل سے ان شبہات کو ختم کر دے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَّا قَبِلَهُ اللهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، وَتَعْلَمَ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَلَوْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا لَكُنْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ»(سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، ح: ٤٦٩٩ ومسند أحمد: ٥/ ١٨٢، ١٨٥، ١٨٩)

"اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو تمہارا یہ عمل اس وقت تک قبول نہ

ہو گا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور ساتھ یہ یقین نہ رکھو کہ جو تکلیف تمہیں پہنچنے والی ہے' وہ تم سے ٹل نہیں سکتی اور جو مصیبت آنے والی نہیں وہ کبھی تم پر آ نہیں سکتی۔ اگر تمہارا عقیدہ اس کے خلاف ہوا اور تم اسی طرح مر گئے تو تم جہنمیوں میں سے ہو گے۔"

ابن دیلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "میں اس کے بعد عبداللہ بن مسعود' حذیفہ بن یمان اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے پاس گیا (اور ان کو اپنے شبہات سے آگاہ کیا) تو انہوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حدیث سنائی۔"

مسائل

① اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔
② اور تقدیر پر ایمان لانے کی صورت اور کیفیت بھی واضح ہوئی۔
③ نیز یہ بھی معلوم ہوا تقدیر پر ایمان نہ لانے والے کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔
④ تقدیر پر ایمان لانے کے بغیر لذت ایمان سے لطف اندوز نہیں ہوا جا سکتا۔
⑤ اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔
⑥ اور قلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ ڈالے۔
⑦ تقدیر پر ایمان نہ لانے والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے زاری اور لاتعلقی کا اظہار فرمایا ہے۔
⑧ نیز سلف صالحین شبہات پیدا ہونے کی صورت میں اہل علم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی تشفی کیا کرتے تھے۔
⑨ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس (ابن الدیلمی) کے شبہات کے ازالہ کے لیے جواب دیا اور اپنے دلائل کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔

باب : ٦٠

تصویر کشی کرنے والوں کا حکم

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«قَالَ اللهُ تَعَالٰی: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوا شَعِيرَةً»(صحيح البخاري، اللباس، باب نقض الصور، ح:٥٩٥٣، ٧٥٥٩ وصحيح مسلم، اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ...، ح:٢١١١)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو میری تخلیق جیسی تخلیق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے لوگ ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جَو ہی بنا کر دکھلائیں۔"

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے مصور کے عذاب کے متعلق فرمایا:

«أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهِئُونَ بِخَلْقِ اللهِ» (صحيح البخاري، اللباس، باب ما وطىء من التصاوير، ح:٥٩٥٤ وصحيح مسلم، اللباس، تحريم تصوير صورة الحيوان...، ح:٢١٠٧)

"قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہو گا جو (چیزوں کو بنانے اور پیدا کرنے میں) اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔"

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ يُعَذِّبُ بِهَا فِي جَهَنَّمَ» (صحيح البخاري، البيوع، باب بيع التصاوير التي ليس فيها روح ...، ح:٢٢٢٥، ٥٩٦٣، ٧٠٤٢ وصحيح مسلم، اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان...، ح:٢١١٠)

"ہر مصور جہنم میں جائے گا۔ اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے میں ایک جان بنائی جائے گی جس کے ذریعے سے اس (مصور) کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ»(صحيح البخاري، اللباس، باب من صور صورة كلف يوم القيامة...، ح:٥٩٦٣ وصحيح مسلم، اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ...، ح:٢١١٠)

"جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی، اسے قیامت کے دن اس تصویر میں روح پھونکنے کا حکم دیا جائے گا مگر وہ اس میں روح ہرگز نہ پھونک سکے گا۔"

ابوالھیاج اسدی رحمہ اللہ کہتے ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

«أَلاَ أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَنْ لاَ تَدَعْ صُورَةً إِلاَّ طَمَسْتَهَا، وَلاَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلاَّ سَوَّيْتَهُ»(صحيح مسلم، الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر، ح:٩٦٩)

"کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ تم کسی تصویر کو مٹائے بغیر اور کسی بلند قبر کو زمین کے برابر کیے بغیر نہ چھوڑنا۔"

مسائل

① مذکورہ احادیث میں تصویر بنانے والوں کے لیے شدید وعید بیان ہوئی ہے۔

② اس وعید کا سبب اور قباحت و حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل، اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو میری طرح پیدا کرنے اور بنانے کی کوشش کرتا ہے۔"

③ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور مخلوق کی کمزوری اور ازحد عاجزی کا بھی بیان ہے کہ یہ لوگ ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جو بھی بنانے پر قادر نہیں۔

④ احادیث میں صراحت ہے کہ تصویر بنانے والوں کو سب سے سخت عذاب ہو گا۔

⑤ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ہر تصویر کے بدلے ایک جان پیدا کرے گا جس کے ذریعے سے تصویر بنانے والے کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔

⑥ اور مصور کو اس کی بنائی ہوئی تصاویر میں روح پھونکنے کا حکم دیا جائے گا مگر وہ اس میں روح نہ پھونک سکے گا۔

⑦ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تصویر جہاں بھی ہو اسے مٹا دینے کا حکم ہے۔

باب :٦١

کثرت سے قسم اٹھانا مذموم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿ وَٱحۡفَظُوٓاْ أَيۡمَٰنَكُمۡۚ ﴾ (المائدة: ٥/ ٨٩)
"اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔" یعنی جب قسم اٹھاؤ تو اسے پورا کرو۔
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِّلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِّلْكَسْبِ» (صحيح البخاري، البيوع، باب "يمحق الله الربوا ويربي الصدقت"، ح:٢٠٨٧ وصحيح مسلم، المساقاة، باب النهي عن الحلف في البيع، ح:١٦٠٦)

"قسم، اشیاء کی فروخت کا ذریعہ تو ہے مگر اس سے برکت اٹھ جاتی ہے۔"
سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ، وَلاَ يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: أُشَيْمِطٌ زَانٍ، وَعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ، وَرَجُلٌ جَعَلَ اللهَ بِضَاعَتَهُ، لاَ يَشْتَرِي إِلاَّ بِيَمِينِهِ، وَلاَ يَبِيعُ إِلاَّ بِيَمِينِهِ» (معجم الكبير للطبراني، رقم:٦١١١)
"تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ نہ تو بات کرے گا اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا:
(۱) بوڑھا زانی۔ (۲) متکبر فقیر۔ (۳) اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنی تجارت کا سامان سمجھا ہوا ہے کہ اس کی قسم ہی سے خریدتا ہے اور اس کی قسم ہی سے بیچتا ہے۔"
عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ

يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ: فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَنْذِرُونَ وَلَا يُوفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ» (صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب فضائل أصحاب النبي ﷺ ومن صحب النبي ﷺ . . .، ح: ٣٦٥٠ وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم، ح: ٢٥٣٥)

"میری امت کا سب سے بہتر زمانہ' میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ جو اس کے بعد ہو گا' پھر وہ جو اس کے بعد ہو گا۔" (حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا تھا' یا تین کا؟) پھر آپ نے فرمایا "پھر تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بلا طلب گواہی دیں گے' خائن ہوں گے' امانت دار نہیں ہوں گے' نذر مانیں گے تو پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو گا۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ، وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ» (صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب فضائل أصحاب النبي ﷺ ومن صحب النبي. . .، ح: ٣٦٥١ وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم، ح: ٢٥٣٣)

"سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں' پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے' پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے' پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی' قسم پر اور ان کی قسم' گواہی پر سبقت لے جائے گی۔"

(یعنی وہ لوگ گواہی اور قسم کے بارے میں ازحد غیر محتاط ہوں گے اور وہ آناً فاناً بغیر سوچے سمجھے قسم اور گواہی کے لیے تیار ہو جائیں گے)

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بچپن میں ہمارے بزرگ گواہی اور عہد پر قائم رہنے کی تربیت کی خاطر ہمیں سزا دیا کرتے تھے۔

مسائل

① باب کے آغاز میں سورۂ مائدہ کی مذکورہ آیت کریمہ ۸۹ میں قسموں کی حفاظت اور انہیں پورا کرنے کا تاکیدی حکم ہے۔

② حدیث سے ثابت ہوا کہ قسم اشیاء کی فروخت کا ایک ذریعہ تو ہے مگر اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

③ دوسری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص مال خریدتے اور بیچتے وقت خواہ مخواہ قسمیں اٹھائے اس کے لیے سخت وعید ہے۔

④ یہ تنبیہ بھی ہے کہ اگرچہ اسباب گناہ صغیرہ ہی کے ہوں مگر میلان کے سبب صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتے ہیں۔

⑤ حدیث میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو قسم اٹھوائے بغیر' ازخود خواہ مخواہ قسمیں اٹھاتے ہیں۔

⑥ نبی کریم ﷺ نے قرون ثلاثہ یا قرون اربعہ کی مدح فرمائی ہے اور ان کے بعد جو حالات پیدا ہونے والے تھے' آپ نے ان کی پیش گوئی بھی فرما دی۔

⑦ اور ان لوگوں کی مذمت بھی فرمائی جو گواہی طلب کیے بغیر گواہی دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

⑧ نیز ابراھیم نخعی رحمہ اللہ کے اثر سے ثابت ہوا کہ امت کے اسلاف' اولاد کی اسلامی تربیت کی خاطر انہیں گواہی اور عہد پر قائم رکھنے کے لیے سزا دیا کرتے تھے۔

باب : ۶۲

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ اور امان دینے کی ممانعت

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَأَوْفُواْ بِعَهْدِ ٱللَّهِ إِذَا عَٰهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُواْ ٱلْأَيْمَٰنَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ ٱللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًاۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ ﴾

(النحل ١٦/ ٩١)

"اور جب تم اللہ سے عہد (واثق) کرو تو اس کو پورا کرو اور قسمیں پختہ کرنے کے بعد ان کو مت توڑو' حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو' اللہ تمہارے تمام افعال سے باخبر ہے۔"

بُرَیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی فوج یا دستے پر کسی کو امیر مقرر فرماتے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنے رفقائے سفر کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی طور پر وصیت کرتے اور فرماتے:

«أُغْزُوا بِسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اغْزُوا وَلاَ تَغُلُّوا، وَلاَ تَغْدِرُوا وَلاَ تَمْثُلُوا، وَلاَ تَقْتُلُوا وَلِيدًا، وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلٰى ثَلٰثِ خِصَالٍ أَوْ خِلاَلٍ، فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلاَمِ، فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلٰى دَارِالْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَّا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَعَلَيْهِمْ مَّا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَّتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ، يَجْرِي عَلَيْهِمْ

حُكْمُ اللهِ تَعَالٰى، وَلاَ يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ، إِلاَّ أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْأَلْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلاَ تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ، وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ، فَإِنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللهِ، فَلاَ تُنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللهِ، وَلٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ، فَإِنَّكَ لاَ تَدْرِي أَتُصِيبُ فِيهِمْ حُكْمَ اللهِ أَمْ لاَ»(صحيح مسلم، الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث ووصيته إياهم بآداب الغزو وغيرها، ح:١٧٣١)

”اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کا نام لے کر لڑائی کرنا اور ہر اس شخص سے لڑنا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ لڑائی کرنا اور خیانت نہ کرنا۔ بدعہدی نہ کرنا' مثلہ نہ کرنا (یعنی کسی مقتول کے اعضاء نہ کاٹنا) اور نہ بچوں کو قتل کرنا۔ جب مشرک دشمن سے تمہارا سامنا ہو تو انہیں تین باتوں کی پیش کش کرنا' اگر وہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی مان لیں تو منظور کر لینا اور جنگ سے رک جانا:

(۱) سب سے پہلے اسلام کی دعوت دینا' اگر وہ اسے قبول کر لیں تو اسے منظور کر لینا اور انہیں علاقۂ کفر سے علاقۂ مہاجرین کی طرف ہجرت کی دعوت دینا۔ اور انہیں بتانا کہ اگر وہ ہجرت کریں گے تو انہیں وہ سب حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور جو بار مہاجرین کو برداشت کرنا پڑتا ہے انہیں بھی برداشت کرنا ہو گا۔ اور اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کریں تو پھر انہیں بتا دینا کہ وہ ان بدوی مسلمانوں کی طرح ہوں گے جن پر اللہ کا حکم جاری ہے۔ انہیں مال غنیمت یا مال فے سے کوئی حصہ نہیں ملے گا' الآیہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔

(۲) اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو پھر ان سے جزیہ طلب کرنا' اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو قبول کر لینا اور جنگ سے رک جانا۔

(۳) اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ان سے لڑائی کرنا۔ اور جب تم قلعہ بند دشمن کا محاصرہ کرو پھر اگر دشمن چاہیں کہ تم انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی امان اور تحفظ دے دو تو ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے امان اور تحفظ دینا' اس لیے کہ اگر تم (کسی صورت میں) اپنا یا اپنے ساتھیوں کا ذمہ (ضمانت) توڑ دو گے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ذمہ کو توڑنے سے کم تر ہو گا اور جب تم قلعہ میں بند کسی دشمن کا محاصرہ کرو اور وہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری پر اس سے صلح کر لو تو ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ تم اپنی ذمہ داری پر اس سے صلح کرنا کیونکہ معلوم نہیں تم ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور فیصلہ کو پا سکو یا نہیں؟"

مسائل

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ' اور مسلمانوں کے ذمہ و امان میں واضح فرق ہے۔

② حدیث میں یہ ہدایت بھی ہے کہ جب کہیں دو مختلف صورتیں درپیش ہوں تو ان میں سے جو صورت آسان تر' بہتر اور جس میں نقصان کم از کم ہو اسے اختیار کر لینا چاہیے۔

③ یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جہاد کیا جائے۔

④ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا مرتکب ہو اس سے قتال کیا جائے۔

⑤ نیز کفار سے جہاد اور قتال میں بھی اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے۔

⑥ اہل علم اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں نمایاں فرق ہے۔ اہل علم کا فیصلہ غلط ہو سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔

⑦ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ بہ وقت ضرورت' صحابی کوئی فیصلہ کرے تو کوئی بھی حتمی طور پر نہیں جانتا کہ اس کا یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں۔

باب : ٦٣

ازراہ غرور و تکبر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کا انجام

جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قَالَ رَجُلٌ: وَاللهِ لاَ يَغْفِرُ اللهُ لِفُلاَنٍ فَقَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لاَ أَغْفِرَ لِفُلاَنٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ»(صحيح مسلم، البر والصلة، باب النهي عن تقنيط الإنسان من رحمة الله، ح: ٢٦٢١)

"ایک آدمی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کی مغفرت نہیں کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ کون ہوتا ہے جو میری قسم کھا رہا ہے کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا۔ میں نے اس کی مغفرت کر دی اور تیرے (یعنی قسم اٹھانے والے کے) اعمال ضائع کر دیے ہیں۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ یہ بات کہنے والا عابد و زاہد آدمی تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ ایک ایسی بات کہہ دی جس نے اس کی دنیا اور آخرت کو تباہ کر کے رکھ دیا۔" [1]

مسائل

(١) اس بحث سے ثابت ہوا کہ غرورِ پارسائی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کا انجام انتہائی خوفناک اور بھیانک ہے۔

(٢) دوزخ انسان کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے کہ بسا اوقات بظاہر کسی

---

[1] (سنن ابی داود، الادب، باب فی النهی عن البغی، حدیث: ٤٩٠١، مسند احمد، ٢/٣٢٣)

معمولی سی بات کی بنا پر انسان دوزخ میں جا پہنچتا ہے۔

③ اسی طرح جنت بھی انسان کے بالکل قریب ہے اور انسان بظاہر کسی معمولی اور چھوٹے سے عمل کی بنا پر جنت کا حق دار بن جاتا ہے۔

④ اس حدیث سے رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان کی تائید ہوتی ہے:

«إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لاَ يُلْقِي لَهَا بَالاً . . . الخ»

"بسااوقات انسان کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ انسان کو تو اس کی سنگینی کا احساس نہیں ہوتا مگر اس سے اس کے سب اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔"

⑤ گزشتہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بسااوقات کسی کا انتہائی ناپسندیدہ قول یا فعل، کسی دوسرے کی مغفرت کا سبب بن جاتا ہے۔

باب : ۶۴

اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے سفارشی کے طور پر پیش کرنا گستاخی اور انتہائی حماقت ہے۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ یا رسول اللہ! جانیں تلف ہو گئیں، بچے بھوک سے بلکنے لگے اور مویشی مرنے لگے ہیں۔ آپ ہمارے لیے اپنے رب سے بارش کی دعا فرمائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ آپ نے (اس کی بات سن کر) بار بار سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھا۔ آپ بدستور سبحان اللہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ اس کا اثر صحابہ کرام کے چہروں پر ظاہر ہونے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا:

«وَيْحَكَ! أَتَدْرِي مَا اللهُ؟ إِنَّ شَأْنَ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ، إِنَّهُ لاَ يُسْتَشْفَعُ بِاللهِ عَلَى أَحَدٍ»(سنن أبي داود، السنة، باب في الجهمية، ح:٤٧٢٦)

"تجھ پر افسوس! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟ (یعنی اس کا کیا مقام اور کیا شان ہے؟) اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند تر ہے۔ اسے کسی کے سامنے سفارشی کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔"

مسائل

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے بطور سفارشی پیش کرنا توحید کے منافی اور اللہ تعالیٰ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اسی لیے جب بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کی خدمت میں بطور سفارشی پیش کرتے ہیں۔" تو آپ نے اس بات پر ناگواری اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

② نیز بدوی کی بات سے آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ اس قدر متغیر ہوا کہ اس کے اثرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر بھی ظاہر ہو گئے۔

③ آپ نے اعرابی کی بات کے دوسرے حصے "کہ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور سفارشی پیش کرتے ہیں" پر نکیر نہیں فرمائی۔ گویا مخلوق کو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور سفارشی پیش کیا جا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے نہیں۔

④ اور اس حدیث سے "سبحان اللہ" کے متعلق یہ وضاحت ہو گئی کہ بطور انکار و اظہارِ تعجب یہ کلمہ کہا جا سکتا ہے۔

⑤ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بارش کی دعا کرایا کرتے تھے۔

باب: ٦٥

گلشن توحید کی حفاظت کے سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ نے شرک کے تمام ذرائع اور راستوں کو مکمل طور پر بند کردیا

عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«اِنْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْنَا: أَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ: السَّيِّدُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، قُلْنَا: وَأَفْضَلُنَا فَضْلاً، وَأَعْظَمُنَا طَوْلاً، فَقَالَ: قُولُوا بِقَوْلِكُمْ-أَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ-وَلاَ يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ»(سنن أبي داود، الأدب، باب في كراهية التمادح، ح:٤٨٠٦ ومسند أحمد: ٤/ ٢٤، ٢٥)

"میں بنو عامر کے ایک وفد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم نے کہا: آپ ہمارے "سید" ہیں۔ آپ نے فرمایا: "السید" تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر ہم نے کہا: مقام و مرتبہ کے لحاظ سے آپ ہم سب سے برتر، افضل اور بہت زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ اور اس قسم کی جائز و مناسب بات کہہ سکتے ہو۔ خیال رکھنا کہ کہیں شیطان تمہیں اپنے جال میں نہ پھنسا لے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم سب سے بہتر و افضل و برتر! اور سب سے بہتر کے فرزند! اے ہمارے سردار! اور ہمارے سردار کے بیٹے! تو آپ نے فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، وَلاَ يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُاللهِ وَرَسُولُهُ، مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللهُ عَزَّوَجَلَّ»(عمل اليوم والليلة للنسائي، ح:٢٤٨، ٢٤٩ ومسند

أحمد: ٣/ ١٥٣، ٢٤١، ٢٤٩)

"اے لوگو! اس قسم کے الفاظ کہہ لیا کرو۔ خیال رکھنا کہ کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے۔ میں محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مقام و مرتبہ سے بڑھادو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔"

مسائل

① اس باب سے معلوم ہوا کہ آپ نے امت کو غلو' اور مبالغہ آمیزی سے موقع بموقع ڈرایا اور متنبہ فرمایا ہے۔

② جب لوگ کسی کو "اپنا سردار" قرار دیں تو جواباً اسے کیا کہنا چاہیے؟ اسے مغرور و متکبر ہونے کی بجائے تنبیہ کرنی چاہیے کہ حقیقی سردار تو اللہ تعالیٰ ہے۔

③ موقع و محل کی مناسبت سے لوگوں کو مبالغہ آمیزی سے روکتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ لوگوں نے اگرچہ درست باتیں کہی تھیں مگر اس کے باوجود آپ نے فرمایا: "کہیں شیطان تمہیں اپنے دام میں نہ پھانس لے۔"

④ نیز آپ کے ارشاد:

«مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي»

"میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اللہ کے عطا کردہ میرے مرتبہ و مقام سے بڑھادو"

سے معلوم ہوا کہ آپ کو اپنے حق میں غلو اور مبالغہ آمیزی سے حد درجہ نفرت تھی۔

باب : ٦٦

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور رفعت شان کا بیان

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَا قَدَرُواْ ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦ وَٱلْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ مَطْوِيَّٰتُۢ بِيَمِينِهِۦ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٧﴾ ﴾

(الزمر ٣٩/ ٦٧)

"اور انہوں نے کماحقہ اللہ کی قدر نہیں کی۔ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ اللہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہماری کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر' زمینوں کو ایک انگلی پر' درختوں کو ایک انگلی پر' پانی کو ایک انگلی پر' نمناک مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ کر فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں۔ آپ اس کی بات سن کر بطور تصدیق ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں نمایاں ہو گئیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَمَا قَدَرُواْ ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦ وَٱلْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ مَطْوِيَّٰتُۢ بِيَمِينِهِۦ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٧﴾ ﴾

(الزمر ٣٩/ ٦٧)

"اور انہوں نے اللہ کی کماحقہ قدر نہیں کی' حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔" [1]

---

[1] صحیح بخاری' التفسیر' باب قوله تعالٰی وما قدرو اللّٰه حق قدره' حدیث: ۴۸۱۱ و صحیح مسلم' صفات المنافقین و احکامهم' باب صفة القیامة والجنة والنار۔ حدیث: ۲۷۸۶

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے' (قیامت کے روز اللہ تعالیٰ) تمام پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر (رکھے گا)' پھر (انگلیوں پر رکھی ہوئی) ان (تمام مخلوقات) کو ہلا ہلا کر کہے گا' "میں ہی بادشاہ ہوں اور میں ہی اللہ ہوں۔" (1)

اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یہی بات اس طرح مروی ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر' پانی اور نمناک مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی ساری مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا۔" (2)

اور صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَطْوِي اللهُ عَزَّوَجَلَّ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟ ثُمَّ يَطْوِي الأَرَضِينَ السَّبْعَ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟»(صحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب صفة القيامة والجنة والنار، ح:٢٧٨٨)

"اللہ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑے گا اور فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں خود کو سرکش اور متکبر سمجھا؟ پھر ساتوں زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں خود کو سرکش اور متکبر سمجھا؟"

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالأَرَضُونَ السَّبْعُ فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ إِلَّا كَخَرْدَلَةٍ فِي يَدِ أَحَدِكُمْ»(تفسير ابن جرير للطبري: ٢٤/ ٣٢)

"قیامت کے دن ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں ایسے ہوں گی جیسے تم میں سے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ۔"

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ باسند روایت کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(1) صحیح مسلم' حوالہ مذکور۔ (2) صحیح بخاری' حوالہ مذکور۔

«مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ إِلاَّ كَدَرَاهِمَ سَبْعَةٍ أُلْقِيَتْ فِي تُرْسٍ قَالَ: وَقَالَ أَبُوذَرٍّ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَا الْكُرْسِيُّ فِي الْعَرْشِ إِلاَّ كَحَلْقَةٍ مِّنْ حَدِيدٍ أُلْقِيَتْ بَيْنَ ظَهْرَيْ فَلاَةٍ مِّنَ الأَرْضِ»

(تفسير ابن جرير للطبري، ح: ٤٥٢٢ والأسماء والصفات للبيهقي، ح: ٥١٠)

''اللہ تعالیٰ کی کرسی سے سات آسمانوں کو یوں نسبت ہے جیسے سات درہم کسی ڈھال میں رکھے ہوں۔ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی کرسی اس کے عرش کے مقابلہ میں یوں ہے جیسے لوہے کا چھلا کسی وسیع و عریض میدان میں رکھا ہو۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«بَيْنَ السَّمَآءِ الدُّنْيَا وَالَّتِي تَلِيهَا خَمْسُمِائَةِ عَامٍ، وَبَيْنَ كُلِّ سَمَآءٍ وَّسَمَآءٍ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ، وَّبَيْنَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَالْكُرْسِيِّ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ، وَّبَيْنَ الْكُرْسِيِّ وَالْمَآءِ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ، وَّالْعَرْشُ فَوْقَ الْمَاءِ، وَاللهُ فَوْقَ الْعَرْشِ لاَ يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ»(أخرجه الدارمي في الرد علي الجهمية، ح:٢٦ وابن خزيمة في كتاب التوحيد، ح:٥٩٤، والطبراني في المعجم الكبير، ح:٨٩٨٧)

''آسمانِ دنیا سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ اسی طرح ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان، کرسی اور پانی کے درمیان بھی پانچ پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ پانی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ یاد رکھو! تمہارا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔''

اس روایت کو ابن مہدی، حماد بن سلمہ سے، وہ عاصم سے، وہ زر سے اور وہ عبداللہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں۔ اور اسی طرح اسے مسعودی، عاصم سے، وہ ابو وائل سے اور وہ عبداللہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«هَلْ تَدْرُونَ كَمْ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالأَرْضِ؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: بَيْنَهُمَا مَسِيرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ، وَّمِنْ كُلِّ سَمَآءٍ إِلٰى سَمَآءٍ مَّسِيرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ، وَّكَثِفُ كُلِّ سَمَآءٍ مَّسِيرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ، وَّبَيْنَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ وَالْعَرْشِ بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالأَرْضِ، وَاللهُ عَزَّوَجَلَّ فَوْقَ ذٰلِكَ، وَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ أَعْمَالِ بَنِي آدَمَ»(سنن أبي داود، السنة، باب في الجهمية، ح: ٤٧٢٣ ومسند أحمد: ٢٠٦/١، ٢٠٧)

”کیا تم جانتے ہو کہ زمین اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ ساتویں آسمان اور عرش الٰہی کے درمیان ایک سمندر ہے۔ اس کے نیچے اور اوپر والے حصوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے (یعنی پانچ سو سال کی مسافت) اور اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے۔ بنی آدم کے اعمال میں سے کوئی عمل اس سے پوشیدہ اور مخفی نہیں۔“

مسائل

① اس باب سے آیت کریمہ:
﴿وَٱلْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُۥ﴾ (الزمر ٣٩/ ٦٧)
کی تفسیر خوب واضح ہوئی۔

② گزشتہ بحث سے ثابت ہوا کہ تورات میں بہت سی صحیح باتیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ تک موجود و محفوظ تھیں۔ یہود نے نہ تو ان کا انکار کیا اور نہ ان کی کوئی تاویل کی۔

③ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب یہودی عالم نے ان باتوں کا ذکر کیا تو آپ نے

اس کی تصدیق فرمائی اور قرآن مجید نے بھی اس کی تائید فرمائی۔

(۴) اور آپ کا مسکرانا اس یہودی عالم کی ان عظیم عالمانہ باتوں کی بنا پر تھا۔

(۵) اس باب میں مذکور حدیث میں اللہ تعالیٰ کیلئے دو ہاتھوں کی تصریح ہے کہ قیامت کے دن تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں اور زمینیں اس کے دوسرے ہاتھ میں ہوں گی۔

(۶) بلکہ حدیث میں تو اللہ تعالیٰ کے دوسرے ہاتھ کو بایاں کہنے کی صراحت بھی ہے۔

(۷) یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس دن انتہائی جلال کے ساتھ بڑے بڑے سرکش اور متکبرین کو پکاریں گے۔

(۸) اور سارے آسمان اور زمینیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں یوں ہوں گی جیسے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ۔

(۹) نیز یہ بات بھی معلوم ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمانوں کی نسبت بہت بڑی ہے۔

(۱۰) اور کرسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کا عرش تو بہت ہی بڑا ہے۔

(۱۱) نیز اللہ تعالیٰ کا عرش، کرسی اور پانی سب علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔

(۱۲) ہر دو آسمانوں کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت کا ہے۔

(۱۳) اور ساتویں آسمان اور کرسی کے مابین بھی یہی مسافت ہے۔

(۱۴) کرسی اور پانی کے درمیان بھی اسی قدر فاصلہ ہے۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر ہے۔

(۱۶) اور اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔

(۱۷) نیز زمین اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

(۱۸) اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

(۱۹) اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آسمانوں کے اوپر والے سمندر کی تہ اور سطح کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

واللّٰہ سبحانہ و تعالٰی أعلم والحمد للّٰہ رب العالمین،

وصلی اللّٰہ علٰی سیدنا محمد و علٰی آلہ و صحبہ أجمعین